امام حسین علیہ السلام اور واقعہ کربلا



مؤلف

ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

امام حسین علیہ السلام

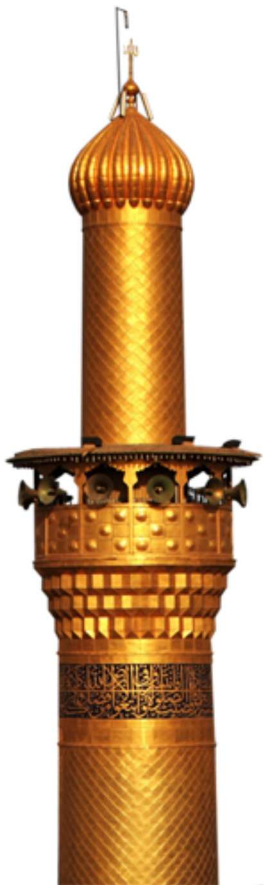
اور

واقعہ کربلا

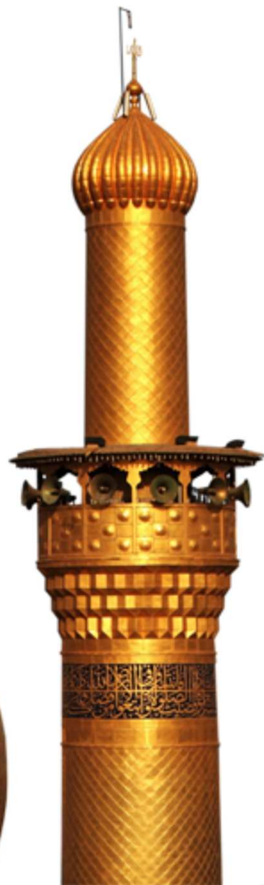


مؤلف

ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا







نام کتاب========امام حسینؑ اور واقعہ کربلا

نام مصنف =========محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

صفحات========= 269

قیمت========= 0

موبائل نمبر

03477172726 , 03161175528

پتہ

چک قاسمکا تحصیل و ضلع بہاولنگر، پنجاب پاکستان

E-mail:Tahirbhatti697@gmail.com

فہرست

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ [1]

ہر دور میں حق و باطل کی کشمکش جاری رہی ہے، مگر تاریخِ انسانیت میں کچھ ایسے لمحات آتے ہیں جو ابدی مثال بن جاتے ہیں، اور کچھ ایسی ہستیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں جن کے کردار کا نور رہتی دنیا تک دلوں کو منور کرتا رہتا ہے۔ ایسی ہی ایک عظیم اور نورانی شخصیت سید الشہداء، امام حسین بن علیؑ کی ہے، جنہوں نے اپنے خون سے حق و

ا۔ سنن نسائی باب: (خطبہ جمعہ کی کیفیت کا بیان ١٤٠٥) سنن ابی داود/ النکاح ٣٣ (٢١١٨)، وقد أخرجہ: سنن الترمذی/ النکاح ١٧ (١١٠٥)، سنن ابن ماجہ/ النکاح ١٩ (١٨٩٢)، (تحف ※ الأشراف: ٩٦١٨)، مسند احمد ١/ ٣٩٢، ٤٣٢، سنن الدارمی/ النکاح ٢٠ (٢٢٤٨) (صحیح)

باطل کی پہچان کو ابدی بنا دیا۔

امام حسینؑ کی ذات فقط تاریخ کا ایک باب نہیں، بلکہ ایک زندہ پیغام ہے۔ آپ نے فقط کسی سیاسی نظام کے خلاف قیام نہیں کیا، بلکہ انسانی اقدار، عدل، آزادی، ایمان اور دینِ محمدی کے تحفظ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ میدانِ کربلا میں جو کچھ ظاہری طور پر نظر آتا ہے، وہ ایک معرکہ ہے، مگر اس کے باطن میں ایک اخلاقی، روحانی، فکری اور ایمانی تحریک چھپی ہوئی ہے، جو ہر دور کے انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑتی ہے۔

یہ کتاب صرف ایک تاریخی بیانیہ نہیں، بلکہ امام حسینؑ کی شخصیت، سیرت، قربانی اور پیغام کو آج کے قاری کے دل تک پہنچانے کی ایک کوشش ہے۔ ہم نے اس کتاب میں نہ صرف واقعۂ کربلا پر روشنی ڈالی ہے، بلکہ اس سے پہلے اور بعد کے سیاسی، دینی، معاشرتی اور اخلاقی حالات کا بھی جائزہ لیا ہے، تاکہ قاری امام حسینؑ کے قیام

کو مکمل تناظر میں سمجھ سکے۔ امام حسینؑ کا پیغام فرقہ واریت سے بالاتر، ملتِ اسلامیہ کے لیے وحدت، قربانی، عزیمت، صداقت، اور استقامت کا استعارہ ہے۔ وہ وقت جب مصلحت نے حق کا گلا گھونٹا، امام حسینؑ نے کھڑے ہو هَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةُ کی صدا بلند کی، اور تا قیامت عزت و غیرت کے متلاشی انسانوں کو جینے کا سلیقہ سکھا دیا۔

یہ کتاب ہر اُس انسان کے لیے ہے جو حق کی تلاش میں ہے، جو یہ سمجھنا چاہتا ہے کہ باطل کے سامنے جھکنے کے بجائے سر دینا افضل ہے، اور جو یہ جاننا چاہتا ہے کہ امام حسینؑ کیوں اور کس کے خلاف اُٹھے؟ ان کے مقاصد کیا تھے؟ اور ہمیں اُن سے کیا سیکھنا چاہیے؟ دعا ہے کہ یہ کتاب قاری کے دل میں امام حسینؑ کی محبت اور شعورِ حسینی کو بیدار کرے، اور اُسے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کا حوصلہ دے۔ وما توفیقی إلا باللہ

صحابی کی تعریف

صحابی سے مراد وہ شخص ہے جسے اپنی زندگی میں بحالتِ اسلام اپنی آنکھوں سے براہِ راست رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شرف نصیب ہوا، اور پھر وہ مسلسل تادمِ آخر دینِ اسلام پر قائم رہا، اور اسی حالت میں اس کی وفات ہوئی۔ [۱]

اہلِ علم کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ امت کا کوئی اعلیٰ ترین فرد بھی کسی ادنیٰ صحابی کے مقام و مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا...... کیونکہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مقدس و برگزیدہ ترین افراد تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست استفادہ و کسبِ فیض کیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دین سیکھا، اللہ کا کلام سیکھا، حکمت و دانش سیکھی...... آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت اور فیضِ نظر کی بدولت

۱۔: شرح العقیدۃ الطحاویۃ، از: صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ، صفحہ: ۸۳۷، جلد: ۲ (باب: حب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم دین وایمان، و بغضہم کفر ونفاق وطغیان) نیز: مصطلح الحدیث، از: محمد بن صالح العثیمین، ص: ۵۴۔

یہ حضرات پاکیزہ و برگزیدہ ترین اشخاص بن گئے......ان کے دلوں میں ایمان اس قدر راسخ و مضبوط ہو گیا کہ کوئی چیز انہیں کسی صورت راہِ حق سے برگشتہ و منحرف نہیں کرسکتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کے ایمان کو رہتی دنیا تک تمام بنی نوعِ انسان کیلئے مثال اور معیار قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: {فَإِن آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمنتُم بِهِ فَقَدِ اهتَدَوا)۔[1]

ترجمہ: (اگر وہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو، تب وہ راہِ راست پر آجائیں گے۔

یعنی اصل اور حقیقی ایمان تو وہی ہے جو حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں موجزن تھا۔

اسی طرح قرآن کریم میں حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم

۱۔ البقرۃ[۱۳۷]

اجمعین کوخطاب کرتے ہوئے یہ ارشادِ ربانی ہوا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيكُمُ الاِيمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِي قُلُوبِكُمُ وَ كَرَّهَ اِلَيكُمُ الكُفرَ وَالفُسُوقَ وَالعِصيَانَ أُولَٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ فَضلاً مِّنَ اللّٰهِ وَنِعمَةً وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۔ (١)

ترجمہ:(......لیکن اللہ تعالیٰ نے ہی ایمان کوتمہارے دلوں میں محبوب بنادیاہے، اوراسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے۔اورکفرکو اورگناہ کو اورنافرمانی کوتمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنادیاہے یہی لوگ راہ یافتہ ہیں۔اللہ کے انعام واحسان سے ۔اوراللہ دانااورباحکمت ہے)

یقینایہ آیت خالق ارض وسماء کی طرف سے ان حضرات کے حق میں بہت بڑی گواہی نیزان کے ایمان اوررشدوہدایت پرہونے کی

١۔الحجرات[٧۔٨]

واضح ترین دلیل ہے۔

اس سلسلے میں مزید قابلِ ذکر یہ کہ خود قرآن کریم میں ان حضرات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ کیلئے رضامندی وخوشنودی کی خوشخبری سے شادکام کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

{رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ}۔ [1]

یعنی "اللہ ان سے راضی اور خوش، اور یہ اللہ سے راضی اور خوش ہیں)

زبانِ رسالت سے صحابہ کے چنندہ ہونے کی خوشخبری دی گئی، جن میں سے چند احادیث کا ترجمہ یہاں پیش کیا جارہا ہے:

اِنَّ اللہَ اخۡتَارَ اَصۡحَابِیۡ عَلَی الۡعَالَمِیۡنَ سِوَی النَّبِیِّیۡنَ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ.... وَقَالَ فِیۡ اَصۡحَابِیۡ کُلُّھُمۡ خَیۡرٌ۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری دنیا سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا اور فرمایا: میرے سب ہی صحابہ بھلائی والے ہیں۔

۱۔) المائدۃ [۱۱۹] ۔التوبۃ [۱۰۰] ۔ البینۃ [۸]

۲۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۶)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: (خَيرُ النَّاسِ قَرنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم)۔ [۱]

یعنی بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد، اور پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد)

نیز ارشادِ نبوی ہے: (لَا تَسُبُّوا أَصحَابِي، فَلَو أَنَّ أَحَدَكُم أَنفَقَ مِثلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِم وَلَا نَصِيفَهُ) [۲]۔

یعنی ''میرے ساتھیوں کو برا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے، تب بھی وہ اُس اجر و ثواب کا مستحق نہیں بن سکتا جو میرے ساتھیوں میں سے محض مٹھی بھر (اناج) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کیلئے

۱۔ بخاری [۳۶۵۱] باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نیز: مسلم [۲۵۳۳] باب فضل الصحابہ۔

۲۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ المصابیح [۵۹۹۸] باب مناقب الصحابہ (۳) اُس دور میں ''مُد'' غلہ واناج تولنے کیلئے ایک پیمانہ تھا۔

ہے"۔(۲)

اسی طرح ارشادِ نبوی ہے: (اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُم غَرَضاً مِن بَعْدِي، فَمَن أَحَبَّهُم فَبِحُبِّي أَحَبَّهُم، وَمَن أَبْغَضَهُم فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُم، وَمَن آذَاهُم فَقَد آذَانِي، وَمَن آذَانِي فَقَد آذَى اللّٰهَ، وَمَن آذَى اللّٰهَ فَيُوشِكُ أَن يَأْخُذَه)۔[۱]

ترجمہ: (میرے ساتھیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم میرے بعد انہیں [اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر] نشانہ نہ بنانا، جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے، اور جو کوئی ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں کوئی اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی، اور جس نے مجھے اذیت

۱۔ ترمذی [۳۸۶۲] باب فی من سبّ أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی، اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی
اللہ عنقریب اس کی گرفت فرمائے گا‘‘۔

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: صحابۂ رسول اس امت کے
سب سے افضل افراد تھے، جو دل کے اعتبار سے بہت نیک، علم کے
لحاظ سے سب سے پختہ اور تکلفات کے اعتبار سے سب سے زیادہ
دور رہنے والے تھے۔ [۱]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:
خدا کی قسم ہے کہ صحابہ کرام میں کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں اس کا چہرہ غبار آلود
ہو جائے غیر صحابہ سے ہر شخص کی عمر بھر کی عبادت و عمل سے بہتر ہے
اگرچہ اس کو عمر نوح (علیہ السلام) عطا ہو جائے۔ [۲]

۱۔(رزین، مشکوۃ:۱/ ۳۲)

۲۔(ابوداؤد، باب فی الخلفاء، حدیث نمبر ۴۰۳۱)

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ''فرقِ مراتب''

یقینا حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام جماعت ہی برگزیدہ ترین ہے۔

البتہ اہلِ علم نے ان میں باہم ''فرقِ مراتب'' اور ''تفاضل'' بیان کیا ہے، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

مجموعی طور پر تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے بلند ترین مقام ومرتبہ ان دس خوش نصیب ترین حضرات کا ہے جنہیں ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے ایک ساتھ جنت کی خوشخبری سے شادکام فرمایا، اور اسی مناسبت سے انہیں ''عشرہ مبشرہ'' یا

''العشرۃ المبشرون بالجنۃ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ [ا]

اور پھر ان ''عشرہ مبشرہ'' میں سے بلند ترین مقام و مرتبہ چاروں ''خلفائے راشدین'' کا ہے۔

پھر حضرات ''خلفائے راشدین'' میں فرقِ مراتب ان کی ترتیب کے مطابق ہے، یعنی خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اور خلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

☆ ہجرتِ مدینہ سے قبل دینِ اسلام قبول کرنے والوں کا مقام و مرتبہ ہجرت کے بعد اسلام قبول کرنے والوں سے بلند ہے۔

☆ غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں کا مقام و مرتبہ دوسروں سے

ا۔ ملاحظہ ہو حدیث: (ابوبکر فی الجنۃ، وعمر فی الجنۃ، وعثمان فی الجنۃ، وعلی فی الجنۃ، وطلحۃ فی الجنۃ، والزبیر فی الجنۃ، وعبدالرحمن بن عوف فی الجنۃ، وسعد فی الجنۃ، وسعید فی الجنۃ، وأبوعبیدۃ بن الجراح فی الجنۃ) (ترمذی [٣٧٤٧] عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابواب المناقب)۔

زیادہ ہے۔

☆بیعتِ رضوان کے موقع پر جو حضرات شریک تھے ان کا مقام ومرتبہ دوسروں سے بڑھا ہوا ہے...... نیز ان کیلئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے بطورِ خاص رضامندی وخوشنودی کا اعلان ہے۔ [۱]

☆فتحِ مکہ سے قبل مشرف باسلام ہونے والوں کا مقام ومرتبہ فتحِ مکہ کے بعد مسلمان ہونے والوں سے زیادہ ہے۔

لٰہذا سب سے کم مقام ومرتبہ ان حضرات کا ہے جو فتحِ مکہ کے بعد مسلمان ہوئے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

{لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ}۔ [۲]

۱۔ارشادِ ربانی {لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ......} کی تفسیر ملاحظہ ہو (سورۃ الفتح:۱۸)

۲۔سورۃ الحدید [۱۰]

ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے [اللہ کی راہ میں] خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے۔ وہ دوسروں کے برابر نہیں، بلکہ وہ اُن سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد [اللہ کی راہ میں] خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے، ہاں البتہ بھلائی کا وعدہ تو اللہ نے ان سب سے کیا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔۔ [۱]

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میری والدہ نے پوچھا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حال ہی میں کب گئے تھے؟ میں نے کہا: اتنے اتنے دنوں سے میں ان کے پاس نہیں جا سکا

۱۔) یعنی فتحِ مکہ سے قبل چونکہ مسلمان کمزور تھے اور مشکل حالات سے گذر رہے تھے لہٰذا ان مشکلات کے باوجود جس کسی نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد بھی کیا، اس کا مقام و مرتبہ فتحِ مکہ کے بعد یہ کام انجام دینے والوں سے زیادہ ہے۔ لہٰذا اجر و ثواب میں نیز مقام و مرتبے میں یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔
ہاں البتہ اسی آیت کے آخری حصے میں یہ وضاحت بھی آ گئی ہے کہ صحابۂ کرام کے ان دونوں گروہوں میں اگر چہ فرقِ مراتب تو ضرور ہے...... لیکن اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے فتحِ مکہ کے بعد دینِ اسلام قبول کرنے والے صحابۂ کرام کیلئے بھی "حُسنیٰ" یعنی "بھلائی کا وعدہ" موجود ہے۔

ہوں، تو وہ مجھ پر خفا ہوئیں، میں نے ان سے کہا: اب مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے دیجئیے میں آپ کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا اور آپ سے میں اپنے اور آپ کے لیے دعا مغفرت کی درخواست کروں گا، چنانچہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ مغرب پڑھی پھر آپ (نوافل) پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے عشاء پڑھی، پھر آپ لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے چلا، آپ نے میری آواز سنی تو فرمایا: "کون ہو؟ حذیفہ؟" میں نے عرض کیا: جی ہاں، حذیفہ ہوں، آپ نے فرمایا: »ما حاجتك غفر الله لك ولأمك« "کیا بات ہے؟ بخشے اللہ تمہیں اور تمہاری ماں کو" (پھر) آپ نے فرمایا: "یہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا تھا، اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کی اجازت مانگی کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین رضی

اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں (یعنی جو دنیا میں جوان تھے ان) کے سردار ہیں“۔ [۱]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، اور ان کے والدان سے بہتر ہیں“۔ [۲]

احقر

محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

۱۔جامع ترمذی،(أخرجہ النسائي في الکبری)(تحفۃ الاشراف:3323)(صحیح)

۲۔جامع ترمذی،ابن ماجہ،(تحفۃ الاشراف:8434،ومصباح الزجاج ※:50)(صحیح)

نام ونسب

نام: الحسین بن علی بن أبی طالب کنیت: ابوعبداللہ کنیت: سبط النبی، شہید کربلا، سید شباب اہل الجنہ" اور ریحانۃ النبی لقب، علی مرتضیٰؓ باپ اور سیدہ بتولؓ جگر گوشۂ رسول ماں تھیں اس لحاظ سے آپ کی ذات گرامی قریش کا خلاصہ اور بنی ہاشم کا عطر تھی، شجرہ طیبہ یہ ہے، حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی۔

پیدائش

مشہور قول کے مطابق ۳ شعبان المعظم، سن ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی۔ ابھی آپ شکم مادر میں تھے کہ حضرت حارثؓ کی صاحبزادی نے خواب دیکھا کہ کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کی گود میں رکھ دیا ہے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے ایک ناگوار

اور بھیانک خواب دیکھا ہے، فرمایا کیا؟ عرض کیا ناقابل بیان ہے فرمایا بیان کرو آخر کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصرار پر انہوں نے خواب بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو نہایت مبارک خواب ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو گود میں لوگی۔ [۱]

کچھ دنوں کے بعد اس خواب کی تعبیر ملی اور ریاض نبوی میں وہ خوش رنگ ارغوانی پھول کھلا، جس کی مہک حق وصداقت، جرأت وبسالت، عزم واستقلال، ایمان وعمل اور ایثار وقربانی کی وادیوں کو ابد الآباد تک بساتی اور جس کی رنگینی عقیق کی سرخی، شفق کی گلگونی اور لالہ کے داغ کو ہمیشہ شرماتی رہے گی، یعنی شعبان ۴ھ میں علی رضی اللہ عنہ کا کاشانہ حسین رضی اللہ عنہ کے تولد سے رشک گلزار بنا، ولادت باسعادت کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے بچے کو دکھاؤ، کیا نام رکھا گیا؟ اور نومولود بچہ کو منگا کر اس کے کانوں میں

۱۔(مستدرک حاکم: ۱۷۶/۳)، (تاریخ الطبری، ج۵، ص۸۹)، (الاصابہ، ج۲، ص۷۶)

اذان دی، اس طرح گویا پہلی مرتبہ خود زبان وحی والہام نے اس بچہ کے کانوں میں توحید الٰہی کا صور پھونکا در حقیقت اسی صور کا اثر تھا کہ
سر داد، دست نداد در دستِ یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ پھر
فاطمہ زہراؓ کو عقیقہ کرنے اور بچہ کے بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا، پدر بزرگوار کے حکم کے مطابق فاطمہ زہراؓ نے عقیقہ کیا۔ (۱)

والدین نے حرب نام رکھا تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نام پسند نہ آیا، آپ نے بدل کر حسینؓ رکھا۔ (۲)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حسینؓ کے بچپن کے حالات میں صرف ان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیار اور محبت کے واقعات ملتے ہیں، آپ

۱۔ (مستدرک حاکم: ۳/ ۱۷۶، فضائل حسینؓ، موطا امام مالک کتاب العقیقہ باب ماجاء فی العقیقہ میں بھی اس کا ذکر ہے)

۲۔ (اسد الغابہ: ۲/ ۱۸)

ان کے ساتھ غیر معمولی شفقت فرماتے تھے، تقریباً روزانہ دونوں کو دیکھنے کے لئے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور دونوں کو بلا کر پیار کرتے اور کھلاتے، دونوں بچے آپ سے بیحد مانوس اور شوخ تھے، لیکن آپ نے کبھی کسی شوخی پر تنبیہ نہیں فرمائی؛ بلکہ ان کی شوخیاں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے،" اللھم إنی أحبّھما فأحبّ من یحبّھما ترجمہ: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما اور ان سے محبت کرنے والوں سے بھی۔ [۱]

امام حسینؓ نے اپنی ابتدائی زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوشِ تربیت میں گزاری۔ ان کے اخلاق، شجاعت، اور دین فہمی کی بنیاد اسی دور میں رکھی گئی۔ وہ بچپن ہی سے نبوت کے نور سے سیراب تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں سجدے کی حالت میں طویل وقت تک

۱۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۴۷)

رہے، کیونکہ حسینؑ ان کی پشت پر سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بعد فرمایا: حسین منّی وأنا من حسین، أحبّ اللہ من أحبّ حسینًا ترجمہ: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ اُس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ [1]

حضرت حسینؓ کا سن صرف سات برس کا تھا کہ نانا کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ١١ ہجری میں ہوئی، اس وقت امام حسینؓ کی عمر تقریباً سات سال تھی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک اہم حصہ اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور اس مقدس ماحول میں پرورش پائی۔ [2]

عہد صدیقی

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں امام حسینؓ کی عمر ٧، ٨ سال سے زیادہ

١۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ١٤٤)

٢۔ (تاریخ الطبری، جلد ٥، ص ٨٩) ، (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج ٥، ص ٢٤٦)

نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اہلِ بیت کے ساتھ خاص محبت و احترام کا برتاؤ رکھا۔ ان کے کئی اقوال اور اعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اہلِ بیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یادگار سمجھتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ”ارقبوا محمداً ﷺ فی أهل بیته“ ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال کرو، ان کے اہلِ بیت میں۔ [1]

چونکہ امام حسینؓ اس وقت نوعمر تھے، لہٰذا خلافتِ صدیقی میں وہ کسی جنگ یا سیاسی مشن میں شریک نہ تھے۔ تاہم، وہ اُس ماحول کے گواہ تھے جس میں خلافتِ راشدہ کا آغاز ہوا اور اسلامی نظامِ خلافت کی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔

عہدِ فاروقی

حضرت عمرؓ کے ابتدائی عہدِ خلافت میں بھی بہت صغیر السن تھے، البتہ آخری عہد میں سن شعور کو پہنچ چکے تھے، لیکن اس عہد کی مہمات

۱۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۱۲)

میں ان کا نام نظر نہیں آتا، حضرت عمرؓ بھی حضرت حسینؓ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور قرابتِ رسول ﷺ کا خاص لحاظ رکھتے تھے؛ چنانچہ جب بدری صحابہؓ کے لڑکوں کا دو دو ہزار وظیفہ مقرر کیا، تو حضرت حسینؓ کا محض قرابت رسول کے لحاظ سے پانچ ہزار ماہوار مقرر کیا۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اہلِ بیت کا بے پناہ احترام کرتے تھے، اور ان کے مقام و مرتبے کے معترف تھے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے:

واللہ ما علی وجه الأرض أحد أحب إلیّ من عليّ۔ ترجمہ اللہ کی قسم! روئے زمین پر علیؓ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ [2]

حضرت عمرؓ امام حسینؓ اور امام حسنؓ کو بیت المال سے صحابہ کی سطح پر وظیفہ دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ ان کے لیے عام صحابہ کے بیٹوں سے

۱۔(فتوح البلدان بلاذری ذکر عطا عمر بن الخطاب)

۲۔(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج۳، ص ۲۵۳)

زیادہ وظیفہ مقرر کیا۔ [1]

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ امام حسینؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”أنتَ سَیدٌ من سادات المسلمین۔ [2]

آپ کسی چیز میں بھی حضرت حسینؓ کی ذات گرامی کو نظر انداز نہ ہونے دیتے تھے ایک مرتبہ یمن سے بہت سے حلے آئے، حضرت عمرؓ نے تمام صحابہؓ میں تقسیم کئے، آپ قبر اور منبر نبوی کے درمیان تشریف فرماتے تھے، لوگ ان حلوں کو پہن پہن کر شکریہ کے طور پر آ کر سلام کرتے تھے، اسی دوران میں حضرت حسنؓ و حسینؓ حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکلے، آپ کا گھر حجرہ مسجد کے درمیان میں تھا، حضرت عمرؓ کی نظر ان دونوں پر پڑی تو ان کے جسموں پر حلے نظر نہ آئے، یہ دیکھ کر آپ کو تکلیف پہنچی اور لوگوں سے فرمایا مجھے تمہیں حلے پہنا کر کوئی خوشی نہیں ہوئی، انہوں نے پوچھا امیر المومنین یہ

۱۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۵، ص ۴۴)

۲۔ (الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ج ۵، ص ۳۵۳)

کیوں ،فرمایا اس لئے کہ ان دونوں لڑکوں کے جسم ان حلوں سے خالی ہیں اس کے بعد فوراً حاکم یمن کو حکم بھیجا کہ جلد سے جلد دو حلے بھیجو اور حلے منگوا کر دونوں بھائیوں کو پہنانے کے بعد فرمایا، اب مجھے خوشی ہوئی ایک روایت یہ ہے کہ پہلے حلے حضرت حسنؓ و حسینؓ کے لائق نہ تھے۔ [۱]

حضرت عمرؓ حسینؓ کو اپنے صاحبزادے عبداللہ سے بھی جو عمر اور ذاتی فضل وکمال میں ان دونوں سے فائق تھے،زیادہ مانتے تھے، ایک مرتبہ آپ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خطبہ دے رہے تھے کہ حسینؓ آئے اور منبر پر چڑھ کر کہا میرے باپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے منبر سے اترو اور اپنے باپ کے منبر پر جاؤ، حضرت عمرؓ نے اس طفلانہ شوخی پر فرمایا کہ میرے باپ کے تو کوئی منبر ہی نہ تھا اور انہیں اپنے پاس بٹھالیا، خطبہ تمام کرنے کے بعد انہیں اپنے ساتھ گھر لیتے

۱۔(ابن عساکر:۴/ ۳۲۱، ۳۲۳)

گئے راستہ میں پوچھا کہ یہ تم کو کس نے سکھایا تھا؟ بولے واللہ کسی نے نہیں، پھر فرمایا کبھی کبھی میرے پاس آیا کرو؛ چنانچہ اس ارشاد کے مطابق ایک مرتبہ حسینؓ ان کے پاس گئے اس وقت حضرت عمرؓ معاویہؓ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کررہے تھے اور ابن عمرؓ دروازہ پر کھڑے تھے، حسینؓ بھی ان ہی کے پاس کھڑے ہوگئے اور بغیر ملے ہوئے ان ہی کے ساتھ واپس چلے گئے، اس کے بعد جب حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا تم آئے کیوں نہیں؟ انہوں نے جواب دیا امیر المومنین میں حاضر ہوا تھا، مگر آپ معاویہ سے گفتگو میں مشغول تھے، اس لئے عبداللہ کے ساتھ کھڑا رہا، پھر ان ہی کے ساتھ لوٹ گیا، فرمایا تم کو ان کا ساتھ دینے کی کیا ضرورت تھی، تم ان سے زیادہ حقدار ہو جو کچھ ہماری عزت ہے وہ خدا کے بعد تم ہی لوگوں کی دی ہوئی ہے۔ (۱)

۱۔(اصابہ:۳/۱۵)

عہدِ عثمانی

عہدِ عثمانی کے آغاز (۲۳ ہجری) میں امام حسینؑ کی عمر تقریباً ۱۹ سال تھی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں پورے جوان ہو چکے تھے؛ چنانچہ سب سے اول اسی عہد میں میدان جہاد میں قدم رکھا اور ۳۰ھ میں طبرستان کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے۔ [۱]

امام حسین رضی اللہ عنہ کی عسکری شرکت (عہدِ عثمانی) طبرستان کی مہم میں شرکت

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سنہ 30 ہجری میں اسلامی افواج نے ایران کے شمالی علاقہ طبرستان کی جانب لشکر کشی کی۔ اس فوجی مہم کی قیادت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی، جنہیں خلیفہ وقت نے کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا

ا۔ (ابن اثیر: ۳/ ۸۴)

تھا۔اس مہم میں شرکت کرنے والے ممتاز شخصیات میں اہل بیت اطہار کے چشم و چراغ حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔آپ کے ساتھ آپ کے برادرِ اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، اور دیگر جلیل القدر صحابہ جیسے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔تفصیلی روایت: تاریخی کتب میں یہ روایت موجود ہے:"وغزا سعيد بن العاص طبرستان ومعه الحسن والحسين وعبد الله بن الزبير وعبد الله بن عمر ترجمہ: سعید بن العاص نے طبرستان کی جانب لشکرکشی کی، ان کے ساتھ حسن، حسین، عبداللہ بن زبیر، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے۔ [۱]

پھر جب حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت برپا ہوئی اور باغیوں نے قصر خلافت کا محاصرہ کرلیا تو حضرت علیؓ نے دونوں بھائیوں کو

ا۔(تاریخ طبری، ج5،ص237؛البدایہ والنہایہ،ابن کثیر، ج7؛فتوح البلدان، بلاذری)

حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر مامور کیا کہ باغی اندر گھسنے نہ پائیں۔
حضرت علیؓ نے اپنے دونوں بیٹوں کو فرمایا تھا: ”اذهبا بسيفكما حتى تكونا على باب عثمان، فلا تدعا أحداً يدخل عليه ۔ ترجمہ: تم دونوں اپنی تلواریں لے کر عثمانؓ کے دروازے پر پہرہ دو، اور کسی کو ان کے پاس داخل نہ ہونے دینا۔ [۱]

چنانچہ حفاظت کرنے والوں کے ساتھ ان دونوں نے بھی نہایت بہادری کے ساتھ باغیوں کو اندر گھسنے سے روکے رکھا جب باغی کوٹھے پر چڑھ کر اندر اتر گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا اور حضرت علیؓ کو شہادت کی خبر ہوئی تو انہوں نے دونوں بھائیوں سے نہایت سختی کے ساتھ باز پرس کی کہ تمہارے ہوتے ہوئے باغی کس طرح اندر گھس گئے۔

۱۔(البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج ۷، ص ۱۹۸)

جنگِ جمل (36 ہجری)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امت مسلمہ میں سیاسی اختلافات کی شدت نے جنگِ جمل کو جنم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بصرہ میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی قیادت میں ایک فوج تشکیل پائی جس کا مقصد قصاصِ عثمان تھا۔ اس جنگ میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدانِ جنگ میں شرکت کی اور اپنے مؤقف کا بھرپور دفاع کیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ کردار ان کی سیاسی بصیرت، دین کے لیے وفاداری، اور عسکری محاذ پر شجاعت کا مظہر تھا۔ آپ نے اس جنگ میں نہ صرف فوجی حصے میں کردار ادا کیا بلکہ اپنے والد کی قیادت میں حق و باطل کے درمیان تمیز اور خلافتِ علی کی اہمیت پر تقریر بھی کی۔ [۱]

۱۔ (تاریخ طبری، جلد 4، ص 151)

جنگِ صفین (37ہجری)

جنگِ صفین وہ مقام ہے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تصادم ہوا۔ یہ جنگ سیاسی اختلافات کے نتیجے میں ہوئی اور اس کا مرکزی نقطہ قصاصِ عثمان تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں بھی اپنے والد کی حمایت کی اور جنگی محاذ پر حصہ لیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے صفین میں بھی اپنے والد کے ساتھ جنگی حکمت عملی میں بھرپور تعاون کیا اور اس دوران متعدد مواقع پر اپنی علمی بصیرت کا بھی مظاہرہ کیا۔ آپ نے جنگ کے دوران خطبے دے کر لوگوں کو حق اور باطل کے فرق کو واضح کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی شرعی حیثیت کو بیان کیا۔[۱]

ا۔(الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، ج3، ص139)

حضرت علیؓ کی شہادت

اس کے بعد ۴۰ھ میں حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا زخم بہت کاری تھا، جب حالت زیادہ نازک ہوئی تو حضرت حسنؓ و حسینؓ کو بلا کر مفید نصیحتیں کیں اور محمد بن حنفیہؒ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کر کے مرتبہ شہادت پر ممتاز ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کا جنازہ کوفہ سے نجف لے جایا گیا، جہاں آپ کو دفن کیا گیا۔ اس عظیم موقع پر حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اپنے والد کی تدفین میں شرکت کی بلکہ اس موقع پر سیاسی بصیرت اور دینی رہنمائی کا ایک اہم پیغام بھی دیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، جو ہمیشہ اپنے والد کی تعلیمات اور اصولوں پر قائم رہے، نے اس موقع پر حضرت علیؓ کی سیاسی وراثت اور اخلاقی اقدار کو اپنے دل و جان سے اپنانے کا عہد کیا۔ اس کے علاوہ، حضرت عباس بن علی رضی اللہ

عنہ اور دیگر اہل بیت کے افراد بھی حضرت علیؓ کے جنازے میں شریک ہوئے، جو اس بات کا غماز تھا کہ اہل بیت ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد اور محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کوفہ کے مسلمان، جنہوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ کئی سال گزارے، بھی اس موقع پر موجود تھے، تاکہ وہ اس عظیم رہنما کی تدفین میں شریک ہو کر ان کے عدل اور ایمان کی قدر کریں۔ اس موقع پر دشمنوں کی موجودگی بھی تھی، لیکن ان کا مقصد صرف مشاہدہ تھا، کیونکہ ان کے دلوں میں حضرت علیؓ کے لیے کوئی احترام نہیں تھا۔ حضرت علیؓ کے جنازے کی تدفین میں شرکت نہ صرف ان کی سیاسی عظمت اور دینی مقام کو تسلیم کرنے کا عمل تھا، بلکہ یہ بھی ایک پیغام تھا کہ حق اور عدل کی جدو جہد کبھی ختم نہیں ہو گی۔ [1]

۱۔ تاریخ طبری (جلد 5، صفحہ 276-278)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر جلد 4، صفحہ 190-192)، الامام ※ والسیاس ※ (ابن قتیبہ جلد 1، صفحہ 115-118) اور الشرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید جلد 4، صفحہ 198-202)

عہد معاویہ

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے، آپ مسلمانوں کی خونریزی سے بچنے کے لئے معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری پر آمادہ ہو گئے اور حسینؓ کو اپنے عزم سے آگاہ کیا حسینؓ نے اس کی بڑی پرزور مخالفت کی جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، لیکن حضرت حسنؓ کے عزم راسخ کے سامنے ان کی مخالفت کامیاب نہ ہوسکی اور ۴۱ھ میں حضرت حسنؓ امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے، حضرت حسینؓ کو بھی برادر بزرگ کے فیصلہ کے سامنے سرخم کرنا پڑا، گو حضرت حسینؓ امیر معاویہؓ کو حق پر نہیں سمجھتے تھے، تاہم ان کے زمانہ کی لڑائیوں میں برابر شریک ہوتے تھے؛ چنانچہ ۴۹ھ میں قسطنطنیہ کی مشہور مہم میں جس کا کمانڈار سفیان بن عوف تھا، مجاہدانہ شرکت کی تھی۔

حضرت حسنؓ کا انتقال

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کردار امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران بہت اہم تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کی مکمل حمایت کی اور خلافت کے معاملات میں ان کے ساتھ کھڑے رہے۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کی، امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس فیصلے کا احترام کیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس سے امت مسلمہ کی خونریزی رک سکتی ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ اسلام اور امت کے مفاد کو اپنی ذاتی خواہشات پر ترجیح دی۔ انہوں نے صلح کے دوران کسی قسم کی مخالفت نہیں کی، بلکہ اپنے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کی رہنمائی کے مطابق عمل کیا۔ [۱]

۱۔(ابن جریر طبری، تاریخ طبری، جلد 5، صفحہ 320-325؛ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، جلد 4، صفحہ 180-185)

اسی سال یعنی ۴۹ھ میں حضرت حسنؓ کا انتقال ہوگیا۔

امیر معاویہ اور حسینؓ

ممکن ہے حضرت امام حسینؓ کا دل امیر معاویہؓ کی جانب سے صاف نہ رہا ہو، یا وہ ان کو اچھا نہ سمجھتے ہوں لیکن دونوں کے ظاہر تعلقات خوشگوار تھے اور امیر معاویہؓ ان کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، حضرت حسنؓ نے دستبرداری کے وقت حسینؓ کے لئے جو رقم مقرر کرائی تھی وہ امیر معاویہؓ انہیں برابر پہنچاتے رہے؛ بلکہ اس رقم کے علاوہ بھی مسلوک ہوتے رہتے تھے البتہ یزید کے ولی عہدی کے وقت ناخوشگواری پیدا ہوگئی تھی، لیکن اس میں بھی کوئی بدنما صورت نہیں پیدا ہونے پائی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۵۶ھ میں جب امیر معاویہؓ نے اہل مدینہ سے یزید کی بیعت لینی چاہی تو طبری کے بیان کے مطابق سوائے چند لوگوں کے کل اہل مدینہ نے بیعت کرلی بیعت نہ کرنے والوں میں ایک امام حسینؓ بھی تھے، لیکن جب

عام بیعت ہوگئی تو امیر معاویہؓ نے ان لوگوں سے کچھ زیادہ اصرار نہیں کیا۔ (۱)

یہ طبری کی روایت ہے ابن اثیر کی روایت کی رو سے امیر معاویہؓ نے پہلے تمام اکابر مدینہ سے بزور بیعت لی اوران کی بیعت کوعوام کے سامنے سند میں پیش کر کے سب سے بیعت لی اور کسی نے کوئی اختلاف نہیں کیا، سب خاموش رہے، ان خاموش رہنے والوں میں حضرت حسینؓ بھی تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سن 56 ہجری کے بعد بڑے بڑے شہروں کے گورنروں کو خطوط بھیجے کہ وہ یزید کے حق میں بیعت لیں۔ اہلِ شام اور بعض دیگر علاقوں نے بیعت کر لی، مگر اہل مدینہ، مکہ، کوفہ اور دیگر شہروں سے چند نامور شخصیات نے بیعت سے انکار کیا۔جنہوں نے بیعت سے انکار کیا: حضرت حسین بن علی رضی اللہ

۱۔(طبری:۱۹۷،۷)

عنہحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہحضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہحضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہان تمام صحابہ کرام نے اس پر اصولی موقف اختیار کیا کہ خلافت کا معیار تقویٰ، علم، عدل اور شوریٰ ہونا چاہیے، نہ کہ موروثی انداز۔امام حسین رضی اللہ عنہ کا کردار: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی واضح کر دیا کہ وہ یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ لیکن انہوں نے اس وقت فتنہ سے بچنے کے لیے خاموشی اختیار کیے رکھی۔امام حسین رضی اللہ عنہ کا فرمان تھا:

ومثلی لا یبایع مثلہ۔ میرے جیسا شخص اُس جیسے (یزید) کی بیعت نہیں کرسکتا۔ [۱]

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں امام حسین رضی اللہ عنہ سے زبردستی بیعت نہیں لی، مگر ان کی وفات کے بعد یزید نے

۱۔"(ابن جوزی، تذکرہ الخواص، ص،ص:222)

زبردستی بیعت کا مطالبہ کیا، جسے امام حسین رضی اللہ عنہ نے قطعی طور پر رد کردیا، اور یہی انکار واقعہ کربلا کا پیش خیمہ بنا۔ [۱]

امیر معاویہؓ نہایت زمانہ شناس اور بڑے عاقبت بین مدبر تھے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا پہلے سے اندازہ کر لیتے تھے چنانچہ اس کا یقین تھا کہ ان کے بعد ابن زبیر ضرور خلافت کا دعویٰ کریں گے اور حسینؓ کو بھی اہل عراق یزید کے مقابلہ میں کھڑا کردیں گے اس لئے موت کے وقت یزید سے دونوں کے بارہ میں وصیت کرتے گئے، حضرت حسینؓ کے متعلق خاص طور سے تاکید کی تھی کہ میرے بعد عراق والے حسینؓ کو تمہارے مقابلہ لا کر چھوڑیں گے جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگذر سے کام لینا کیونکہ وہ قرابت دار، بڑے

۱۔ ابن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک، ج 5، ص 321-326؛ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج 4، ص 186-190؛ ابن جوزی، تذکرہ الخواص، ص 222؛ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج 4، ص 98-100

حقدار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزیز ہیں۔ [۱]

یزید کی تخت نشینی

رجب ۶۰ ھ میں امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا ان کے بعد یزید جس کی بیعت وہ اپنی زندگی ہی میں لے چکے تھے، ان کا جانشین ہوا، تختِ حکومت پر قدم رکھنے کے بعد یزید کے لئے سب سے اہم معاملہ حضرت حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی بیعت کا تھا، کیونکہ یزید کی ولی عہدی کی بیعت کے وقت ان دونوں نے اس کو نہ دل سے تسلیم کیا تھا اور نہ زبان سے اقرار کیا تھا اور ان کے بیعت نہ کرنے کی صورت میں خود ان کی جانب سے دعویٰ خلافت اور حجاز میں یزید کی مخالفت کا خطرہ تھا، کیونکہ ان کے دعویٰ خلافت سے سارا حجاز یزید کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا اور حسینؓ کی وجہ سے عراق میں بھی شورش بپا ہو جاتی جیسا کہ آیندہ چل کر ابن زبیرؓ کے دعویٰ خلافت کے زمانہ میں ہوا

۱۔(طبری:۷/۱۹۰،والفخری:۱۰۲)

کہ شام کے بعض حصوں کے سوا قریب قریب پورا ملک ابن زبیرؓ کے ساتھ ہو گیا، ان اسباب کی بنا پر اپنی حکومت کی بقا اور تحفظ کے لئے یزید نے ان دونوں سے بیعت لینا ضروری سمجھا گو یہ اس کی ناعاقبت اندیشی تھی اگر وہ سمجھداری سے کام لے کر ان بزرگوں کو ساتھ ملا لیتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ ناگوار واقعات پیش نہ آتے جنہوں نے نہ صرف یزید کو ساری دنیا میں بدنام؛ بلکہ اموی حکومت کو لوگوں کی نگاہوں میں مطعون کر دیا، جس کا اثر اموی حکومت پر بہت برا پڑا۔

(بنی امیہ کے خلاف عباسیوں کی دعوت میں کامیابی کا ایک بڑا سبب حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا واقعہ بھی تھا)

لیکن یزید نے ان پہلوؤں کو نظر انداز کر کے تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کے نام ان دونوں سے بیعت لینے کا تاکیدی حکم بھیجا، ابھی تک مدینہ میں امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر

نہ پہنچی تھی، ولید کے لئے اس حکم کی تعمیل بہت مشکل تھی، وہ اس کے انجام سے واقف تھا، اس لئے بہت گھبرایا اور اس نے اپنے نائب مروان سے مشورہ کیا، مروان سخت مزاج تھا اس نے کہا دونوں کو اسی وقت بلا کر ان سے بیعت کا مطالبہ کرو اگر مان جائیں تو فبہا اور اگر ذرا بھی لیت و لعل کریں تو سر قلم کردو، ورنہ ان لوگوں کو معاویہ کی موت کی خبر مل گئی تو پھر ان میں سے ہر ایک شخص ایک ایک مقام پر خلافت کا مدعی بن کر کھڑا ہو جائے گا اور اس وقت سخت دشواری پیش آئے گی۔

اس مشورہ کے بعد ولید نے ان دونوں کو بلا بھیجا، اولاً یہ طلبی ایسے غیر معمولی وقت میں ہوئی تھی جو ولید کے ملنے کا وقت نہ تھا دوسرے امیر معاویہؓ کی علالت کی خبریں مدینہ آچکی تھیں ان قیاسات سے دونوں آدمی سمجھ گئے کہ امیر معاویہؓ کا انتقال ہو گیا ہے اور انہیں بیعت کے لئے بلایا گیا ہے، تاکہ معاویہ کی موت کی خبر پھیلنے سے

پہلے ہی مدینہ میں بیعت لے لی جائے، حضرت حسینؓ کو اندازہ تھا کہ انکار بیعت کی صورت میں کس حد تک معاملہ نزاکت اختیار کر سکتا ہے، اس لئے اپنی حفاظت کا سامان کر کے ولید کے پاس پہنچے اور مکان کے باہر آدمیوں کو متعین کر دیا تاکہ اگر کوئی ناگوار شکل پیش آئے تو وہ لوگ فوراً آپ کی آواز پر پہنچ جائیں، ولید نے انہیں امیر معاویہؓ کی موت کی خبر سنا کر یزید کی بیعت کے لئے کہا، حضرت حسینؓ نے تعزیت کے بعد یہ عذر کیا کہ میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا، اور نہ میرے لئے خفیہ بیعت کرنا، نازیبا ہے جب تم عام بیعت کے لئے لوگوں کو بلاؤ گے تو میں بھی آجاؤں گا اور عام مسلمان جو صورت اختیار کریں گے اس میں مجھے بھی کوئی عذر نہ ہوگا، ولید نرم خو اور صلح پسند آدمی تھا اس لئے رضامند ہو گیا اور حضرت حسینؓ لوٹ گئے، مروان جس نے زبردستی بیعت لینے اور انکار کی صورت میں قتل کر دینے کی رائے دی تھی ولید کی اس نرمی اور صلح

پسندی پر بہت برہم ہوا اور کہا تم نے میرا کہنا نہ مانا، اب تم ان پر قابو نہیں پا سکتے، ولید بولا افسوس تم فاطمہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لڑکے حسینؓ کے خون سے میرے ہاتھ آلودہ کرنا چاہتے ہو خدا کی قسم قیامت کے دن حسینؓ کے خون کا جس سے محاسبہ کیا جائے گا، اس کا پلہ خدا کے نزدیک ہلکا ہوگا۔ [1]

محمد بن حنفیہ کا مشورہ

ولید کے پاس سے واپس آنے کے بعد حضرت حسینؓ بڑی کشمکش میں تھے، آپ کو اس مشکل سے مفر کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی ،ایک طرف آپ یزید کی بیعت دل سے سخت ناپسند کرتے تھے، کیونکہ اس کی ولی عہدی کی بیعت خلفائے راشدینؓ کے اسلامی طریقۂ انتخاب کے بالکل خلاف غیر شرعی اور قیصر و کسریٰ کے

۱۔(ابن اثیر: ۴ / ۱۰ و اخبار الطوال: ۱ ۲۴، حسینؓ کے ساتھ ابن زبیرؓ کے حالات بھی ہیں، ان کا ذکر ان کے حال میں آئندہ آئے گا)

طرز کی پہلی شخصی وموروثی بادشاہت تھی، دوسری جمہور امت کے خلاف بھی نہیں چاہتے تھے؛ چنانچہ ولید سے فرمادیا تھا کہ جب تمام اہل مدینہ بیعت کرلیں گے تو مجھے بھی کوئی عذر نہ ہوگا، تیسرے اہل عراق خود آپ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور آپ کے پاس اس مضمون کے بہت سے خطوط آچکے تھے کہ آپ ظالم حکومت کے مقابلہ میں خلافت قبول کیجئے ان تمام حالات نے آپ کو بڑی کشمکش میں مبتلا کردیا۔

جس دن حضرت حسینؓ ولید سے ملے تھے، اس کے دوسرے دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ سے مکہ نکل گئے اور دن بھر ولید اوران کا عملہ ان کی تلاش میں سرگرداں رہا، اس لئے حضرت حسینؓ کا کسی کو خیال نہ آیا، اس کے بعد دوسرے دن ولید نے پھر حضرت حسینؓ کے پاس یاددہانی کے لئے آدمی بھیجا آپ نے ایک دن کی اور مہلت مانگی، ولید نے اسے بھی منظور کرلیا، اس کے بعد بھی حسینؓ

کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور اسی کشمکش اور پریشانی میں اپنے اہل وعیال اور عزیز واقربا کو لیکر رات کو نکل کھڑے ہوئے؛ لیکن ابھی تک یہ بھی طے نہیں کیا تھا کہ مدینہ سے نکل کر جائیں تو کدھر جائیں، محمد بن حنفیہ نے مشورہ دیا کہ اس وقت آپ یزید کی بیعت اور کسی مخصوص شہر کے ارادہ سے جہاں تک ہو سکے الگ رہیے اور ان لوگوں کو خود اپنی خلافت کی دعوت دیجئے اگر وہ لوگ بیعت کرلیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور اگر کسی دوسرے شخص پر لوگوں کا اجتماع ہو جائے تو اسے آپ کے اوصاف وکمالات اور فضائل میں کمی نہ آئے گی، مجھے خوف ہے کہ اگر آپ اس پرشور زمانہ میں کسی مخصوص شہر اور مخصوص جماعت کے پاس جانے کا قصد کریں گے تو ان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، ایک فریق آپ کی حمایت کرے گا دوسرا مخالفت، پھر یہ دونوں آپس میں لڑیں گے اور آپ ان کے نیزوں کا پہلا نشانہ بنیں گے، اس طرح اس امت کا معزز ترین اور شریف ترین شخص جس کا

ذاتی اور نسبی شرف میں کوئی مقابل نہیں ہے سب سے زیادہ ذلیل اور پست اور اس کا خون سب سے زیادہ ارزاں ہوجائے گا، یہ مشورہ سن کر حضرت حسینؓ نے پوچھا پھر میں کہاں جاؤں، محمد بن حنفیہ نے کہا مکہ اگر وہاں آپ کو اطمینان حاصل ہوجائے تو کوئی نہ کوئی راہ نکل آئے گی، اور اگر وہاں بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو کسی اور ریگستان اور پہاڑی علاقہ میں نکل جایئے اور اس وقت تک برابر ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل ہوتے رہیے جب تک ملک کا کوئی فیصلہ ہوجائے اس درمیان میں آپ کسی نہ کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے، جب واقعات سامنے آجاتے ہیں اس وقت آپ کی رائے بہت زیادہ صائب ہوجاتی اور آپ کا طریقہ کار بہت زیادہ صحیح ہوجاتا ہے، حضرت حسینؓ نے محمد بن حنفیہ کا مشورہ پسند کیا اور فرمایا تمہاری نصیحت بہت محبت آمیز ہے تمہاری رائے بھی صائب ہوگی۔ [۱]

۱۔(طبری:۷/ ۲۲۰،۲۲۱، ملخصا)

حضرت حسینؓ کا سفر مکہ

اس وقت مدینہ بہت پر آشوب ہو رہا تھا، اس کے مقابلہ میں اگر کہیں امن تھا تو وہ حرم محترم تھا اور حضرت حسینؓ کے پاس کوفہ سے خط پر خط اور آدمی پر آدمی آرہے تھے کہ آپ کوفہ تشریف لائیے ہم سب جان نثاری کے لئے تیار ہیں، لیکن محمد بن حنفیہ نے کسی دوسرے مقام پر جانے کی مخالفت کی تھی اور مکہ ہی میں قیام کرنے کا مشورہ دیا تھا، اس لئے حضرت حسینؓ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ جانے کا قصد کرلیا؛ چنانچہ شعبان ۶۰ ھ میں مع اہل وعیال مکہ روانہ ہوگئے، راستہ میں عبداللہ بن مطیعؓ ملے انہوں نے آپ کو مدینہ سے جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا میں آپ پر فدا ہوں کہاں کا قصد ہے فرمایا فی الحال مکہ جاتا ہوں، عبداللہ نے کہا، اس میں مضائقہ نہیں، مگر خدا کے لئے کوفہ کا قصد نہ کیجئے گا، وہ منحوس شہر ہے، وہاں آپ کے والد شہید کئے گئے، آپ کے بھائی بے یار و مددگار

چھوڑے گئے، نیزے سے زخمی ہوئے جان جاتے جاتے بچی،
آپ حرم میں بیٹھ جایئے، آپ عرب کے سردار ہیں، حجازی آپ کے
مقابلہ میں کسی کو نہ مانیں گے، حرم میں بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ
لوگوں کو اپنی طرف مائل کیجئے ، میرے چچا اور ماموں آپ پر فدا
ہوں آپ حرم کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیئے گا اگر نصیب دشمناں آپ پر
کوئی آنچ آئی تو ہم سب غلام بنا ڈالے جائیں گے۔

تحقیق حال

مکہ پہنچنے کے بعد حضرت حسینؓ نے شعب ابی طالب (یہ وہی گھاٹی
ہے جس میں آغاز اسلام میں قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ
کے ساتھ آپ کے حامیوں کو تبلیغ اسلام کے جرم میں نظر بند کیا تھا)
میں قیام فرمایا، آپ کی آمد کی خبر سن کر لوگ جوق در جوق زیارت
کے لئے آنے لگے اور کوفیوں کے بلاوے کے خطوط کا تانتا بندھ گیا
، عمائد کوفہ کے وفود نے آکر عرض کیا کہ آپ جلد سے جلد کوفہ تشریف

لے چلیئے وہاں کی مسند خلافت آپ کے لئے خالی ہے اور ہماری گردنیں آپ کے لئے حاضر ہیں، حضرت حسینؓ نے یہ اشتیاق سن کر فرمایا میں تمہاری محبت اور ہمدردی کا شکر گذار ہوں؛ لیکن فی الحال نہیں جا سکتا، پہلے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں، یہ وہاں کے حالات کا اندازہ لگا کر مجھے اطلاع دیں گے، اس وقت میں کوفہ کا قصد کرونگا؛ چنانچہ مسلم کو ایک خط دے کر کوفہ روانہ کر دیا کہ وہ براہ راست خود حالات کا صحیح اندازہ لگا کر اطلاع دیں اور اگر حالات کا رخ کچھ بدلا ہوا دیکھیں تو لوٹ آئیں؛ چنانچہ مسلم دو آدمیوں کو لیکر کوفہ روانہ ہو گئے، راستہ میں بڑی دشواریاں پیش آئیں پانی کی قلت کی وجہ سے دونوں آدمی ہلاک ہو گئے، مسلم نے کوفہ کے قریب پہنچ کر حضرت حسینؓ کو خط لکھا کہ میں ان ان دشواریوں کے ساتھ یہاں تک پہنچا ہوں، بہتر ہوتا کہ یہ خدمت کسی دوسرے کے سپرد کر دیجاتی، لیکن امام نے جواب میں لکھا کہ یہ

تمہاری کمزوری ہے ہمت نہ ہارو، اس لئے مسلم کو چاروناچار کوفہ میں داخل ہونا پڑا، کوفہ والے چشم براہ ہی تھے مسلم کو ہاتھوں ہاتھ لیا اوران کے پہنچتے ہی کوفہ میں یزید کی علانیہ مخالفت شروع ہوگئی۔

یزید کو مسلم کے پہنچنے کی اطلاع

مسلم کے کوفہ پہنچنے کے بعد حکومت شام کے جاسوسوں نے پایہ تخت دمشق اطلاع بھیجی کہ حسینؓ کی طرف سے مسلم بیعت لینے کے لئے کوفہ آگئے ہیں، اگر سلطنت کی بقا منظور ہے تو فوراً اس کا تدارک ضروری ہے، اس اطلاع پر دربار دمشق سے عبیداللہ بن زیاد کے نام تاکیدی حکم آیا کہ تم فوراً کوفہ جاکر مسلم کو خارج البلد کردو اور اگر وہ اس میں مزاحمت کریں تو قتل کردو، ابن زیاد کو بصرہ میں یہ فرمان ملا اتفاق سے اسی دن حضرت حسینؓ کا ایک اور قاصد اہل بصرہ کے نام بھی آپ کا خط لیکر آیا تھا، بصرہ والوں کو یزید کے فرمان کا علم ہوچکا تھا اس لئے انہوں نے اس قاصد کو چھپادیا، مگر ابن زیاد کے

خسر کو اس کا علم ہو گیا تھا، اس نے ابن زیاد کو خبر کر دی، ابن زیاد نے اسی وقت قاصد کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور جامع بصرہ میں تقریر کی کہ "امیر المومنین" نے مجھے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی مرحمت فرمائی ہے، اس لئے میں وہاں جا رہا ہوں، میری عدم موجودگی میں میرا بھائی عثمان میری نیابت کرے گا، تم لوگوں کو اختلاف اور شورش سے بچنا چاہیے یاد رکھو جس کے متعلق مجھے ان میں حصہ لینے کی اطلاع ملے گی: اس کو اور اس کے حامی دونوں کو قتل کر ڈالوں گا اور قریب و بعید اور گناہگار و ناکردہ گناہ سب کو ایک گھاٹ اتاروں گا، تاآنکہ تم لوگ راہ راست پر آ جاؤ، میرا فرض سمجھانا تھا اسے میں نے پورا کر دیا، اب میں بری الذمہ ہوں۔

کوفہ میں ابن زیاد کا ورود

اس تہدید آمیز تقریر کے بعد ابن زیاد بصرہ سے کوفہ روانہ ہو گیا، اہل کوفہ حضرت حسینؓ کیلئے چشم براہ تھے اور آپ کے دھوکے میں ہر

باہر سے آنے والے کو دیکھ کر مرحبا یا بن رسول اللہ کا نعرہ لگاتے تھے، اس لئے ابن زیاد کوفہ میں جن جن راستوں سے گذرا یہی نعرہ سنائی دیا ان کو سن کر جوش غضب سے لبریز ہو گیا اور سیدھا جامع مسجد پہنچا اور لوگوں کو جمع کر کے تقریر کی کہ" باشندگان کوفہ امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم بنا کر بھیجا ہے اور مظلوم کے ساتھ انصاف مطیع و منقاد کے ساتھ احسان اور نافرمان اور باغی کے ساتھ سختی کا حکم دیا ہے، میں اس حکم کی پوری پابندی کروں گا، فرما نبرداروں کے ساتھ پدرانہ شفقت سے پیش آؤں گا؛ لیکن مخالفوں کے لئے سم قاتل ہوں۔

کوفہ میں مسلم کا خفیہ سلسلۂ بیعت

اس اعلان سے مسلم گھبرا گئے اور رات کو اپنے قیام گاہ سے نکل کر اہل بیعت کے ایک چاہنے والے ہانی بن عروہ مذحجی کے یہاں پہنچے، ابن زیاد کے اعلان سے سب خوفزدہ ہو رہے تھے، اس لئے ہانی کو

پہلے مسلم کے ٹھہرانے میں تذبذب ہوا، لیکن پھر زنانہ مکان کے ایک محفوظ حصہ میں چھپادیا، حضرت حسینؓ کا ایک بڑا حامی شریک بن اعور سلمی جو بصرہ کا ایک مقتدر اور معزز شخص تھا، عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ کوفہ آیا ہوا تھا، اس تعلق سے ہانی نے اسے بھی اپنا مہمان بنایا اور مسلم کے ساتھ ٹھہرایا، اس نے ہانی کو مسلم کی امداو پر آمادہ کیا اور مسلم کے پاس حضرت حسینؓ کے حامیوں کی خفیہ آمد ورفت شروع ہوگئی اور ان کی بیعت کا سلسلہ جاری ہوگیا سوء اتفاق اسی دوران میں شریک بیمار پڑ گیا، ابن زیاد کو خبر ہوئی تو وہ عیادت کیلئے آیا اُس کے آنے کی خبر سن کر شریک نے پہلے سے اس کا قصہ چکانے کا بندوبست کرلیا اور مسلم کو ایک خفیہ مقام پر چھپا کر ہدایت کردی کہ وہ موقع پاتے ہی نکل کر ابن زیاد کا کام تمام کردیں اس کے بعد بصرہ کی مسند خلافت تمہارے لئے خالی ہوجائے گی، اور کوئی مزاحم باقی نہ رہے گا، ہانی نے اپنے گھر میں یہ صورت ناپسند کی، لیکن

شریک نے اس قتل کو مذہبی خدمت بتا کر ہانی کو آمادہ کرلیا، اس کے بعد ہی عبید اللہ بن زیاد عیادت کے لئے آ گیا اور دیر تک بیٹھا رہا مگر مسلم نہ نکلے، شریک نے اشارہ بھی کیا، مگر کسی وجہ سے مسلم نے حملہ مناسب نہ سمجھا اور ابن زیاد بچ کر نکل گیا، اس کی واپسی کے بعد شریک نے کہا تم نے بڑی بزدلی سے کام لیا، مسلم نے جواب دیا اول ہمارے میزبان ہانی کو یہ صورت حال پسند نہ تھی دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ "ایمان اچانک حملہ سے روکتا ہے" اور اچانک حملہ مسلمانوں کے شایان شان نہیں، میرے پاؤں پکڑ لیتا تھا، بہر حال مسلم نے اپنی دینداری کی بنا پر ابن زیاد کے قتل کا بہترین موقع کھو دیا، لیکن اس کے بعد بھی ان کا سلسلہ بیعت بدستور برابر جاری رہا اور اٹھارہ ہزار اہل کوفہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے زمرۂ عقیدت میں داخل ہو گئے۔

ہانی مذحجی کا قتل

ابن زیاد کو مسلم کی تلاش میں عرصہ گذر چکا تھا؛ لیکن ابھی تک اسے ان کا پتہ نہ چلتا تھا، آخر کار اس نے اپنے غلام معقل کو سراغ رسانی پر مامور کیا، اس قسم کی خفیہ تحریکوں کا پتہ چلانے کے لئے بہترین مقام مسجد تھی، کیونکہ مسجد میں ہر قسم کے لوگ آتے تھے اس لئے یہ غلام سیدھا جامع مسجد پہنچا، یہاں دیکھا کہ ایک شخص مسلسل نمازیں پڑھ رہا ہے، معقل نے نمازوں کی کثرت سے قیاس کیا کہ یہ حضرت حسینؓ کے حامیوں میں ہے اور اس کے پاس جا کر کہا کہ میں شامی غلام ہوں، خدا نے میرے دل میں اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ڈال دی ہے، میرے پاس تین ہزار درہم ہیں، میں نے سنا ہے کہ یہاں حسینؓ کا کوئی داعی آیا ہے، میں یہ حقیر رقم اس کی خدمت میں نذر کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس کو کسی کار خیر میں صرف کریں یہ سن کر داعی نے سوال کیا، مسجد میں اور مسلمان بھی ہیں، تم نے خاص طور سے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا؟ معقل نے جواب دیا،

آپ کے بشرہ پر خیر کے آثار نظر آئے، معقل کی اس پرفریب گفتگو سے وہ شخص دام میں آ گیا، اس کو معقل کی حمایتِ حسینؓ کا یقین ہو گیا؛ چنانچہ اس ملاقات کے دوسرے دن معقل اس داعی کے ہمراہ مسلم کے پاس پہنچا اور تین ہزار درہم پیش کر کے بیعت کی، اور حالات کا پتہ چلانے کیلئے اظہار عقیدت وخدمت کے بہانے ان ہی کے پاس رہنے لگا، رات بھر مسلم کے پاس رہتا اور دن کو ابن زیاد کے پاس جا کر مفصل رپورٹ پہنچاتا، ہانی چونکہ مقتدر آدمی تھے اس لئے پہلے ابن زیاد کے پاس آیا جایا کرتے تھے، لیکن جب سے مسلم کے مشن کے کارکن ہو گئے تھے اس وقت سے بیماری کا بہانہ کر کے آنا جانا ترک کر دیا تھا، ایک دن زیاد کے پاس محمد بن اشعث اور اسماء بن خارجہ آئے، ابن زیاد نے ان سے پوچھا ہانی کا کیا حال ہے، انہوں نے کہا بیمار ہیں، ابن زیاد نے کہا کیسے بیمار ہیں کہ دن بھر اپنے دروازہ پر بیٹھے رہتے ہیں، یہ دونوں یہاں سے

واپس گئے تو ہانی سے ابن زیاد کا سوئے ظن بیان کیا اور کہا کہ تم ابھی ہمارے ساتھ چلو تا کہ اسی وقت معاملہ صاف ہو جائے ان دونوں کے کہنے سے ہانی ان کے ساتھ ہو گئے، مگر دل میں اطمینان نہ تھا اس لئے قصر امارت کے پاس پہنچ کر ان کو خوف پیدا ہوا انہوں نے کہا کہ مجھے اس شخص سے ڈر معلوم ہوتا ہے، محمد بن اشعث نے اطمینان دلایا کہ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں تم بالکل بری الذمہ ہو اور ہانی کو اندر لے گئے، ابن زیاد کو تمام خفیہ حالات کی خبر ہو چکی تھی اس نے ہانی کو دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا۔

ارید حباؤہ و یرید قتلی عذیر یک من خلیلک من مرار

میں اس کو انعام دینا چاہتا ہوں اور مجھے قتل کرنا چاہتا ہے قبیلۂ مراد سے اپنے کسی دوست کو معذرت کے لئے لا

ہانی نے یہ شعر سن کر پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ ابن زیاد نے کہا مطلب پوچھتے ہو مسلم کو چھپانا، ان کی بیعت کے لئے لوگوں کو خفیہ

جمع کرنا اس سے بڑھ کر سنگین جرم کیا اور ہوسکتا ہے، ہانی نے اس الزام سے انکار کیا، ابن زیاد نے اسی وقت معقل کو طلب کیا اور ہانی سے کہا اسے پہچانتے ہو، معقل کو دیکھ کر ہانی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اب وہ سمجھے کہ یہ شیعیت کے بھیس میں جاسوسی کر رہا تھا اس عینی شہادت کے سامنے انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی، اس لئے صاف صاف اقرار کرلیا کہ آپ سچ کہتے ہیں، لیکن خدا کی قسم میں نے مسلم کو بلایا نہیں تھا اور کل واقعہ صحیح صحیح بیان کر کے وعدہ کیا کہ ابھی جا کر انہیں اپنے گھر سے نکالے دیتا ہوں اور نکال کر واپس آتا ہوں، لیکن ابن زیاد نے اس کی اجازت نہ دی اور کہا کہ خدا کی قسم تم اس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جاسکتے جب تک مسلم یہاں نہ آجائیں ،ہانی نے جواب دیا یہ نہیں ہوسکتا، خدا کی قسم میں اپنے مہمان اور پناہ گزین کو قتل کے لئے کبھی تمہارے حوالہ نہیں کروں گا، یہ جواب سن کر ابن زیاد بیتاب ہوگیا اور اس زور سے ہانی کو بید مارا

کہ ان کی ناک پھٹ گئی اور ابرو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور انہیں ایک گھر میں ڈلوا دیا۔[۱]

ادھر شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل کر دیئے گئے، یہ افواہ سن کر ہانی کے قبیلہ والے ہزاروں کی تعداد میں قصر امارت پر ٹوٹ پڑے اور انتقام انتقام کا نعرہ لگانے لگے یہ نازک صورت دیکھ کر ابن زیاد بہت گھبرایا اور قاضی شریح سے کہا آپ ہانی کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر ہانی کے قبیلہ والوں کو اطمینان دلا دیجئے کہ وہ قتل نہیں کئے گئے؛ چنانچہ قاضی صاحب ہانی کے معائنہ کے لئے گئے ہانی اپنے قبیلہ والوں کا شور و ہنگامہ سن رہے تھے، قاضی کو دیکھ کر کہا یہ آوازیں میرے قبیلہ والوں کی معلوم ہوتی ہیں، انہیں آپ صرف اتنا پیام پہنچا دیجیے کہ اگر اس وقت ان لوگوں میں سے دس آدمی بھی آجائیں تو میں چھوٹ سکتا ہوں، لیکن قاضی شریح کے ساتھ جاسوس لگا ہوا تھا

۱۔(اخبار الطوال:۲۴۸،۲۵۱)

اس لئے وہ یہ پیام نہ پہنچا سکے اور بنی مذحج کو ہانی کی زندگی کا یقین دلا کر واپس کر دیا۔

اہل کوفہ کی غداری

مسلم بن عقیل نے ہانی کے قتل کی افواہ سنی تو اپنے اٹھارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ قصر امارۃ پر حملہ کر کے ابن زیاد کو گھیر لیا، اس وقت ابن زیاد کے پاس صرف پچاس آدمی تھے ۳۰ پولیس کے آدمی اور ۲۰ عمائد کوفہ، ان کے علاوہ مدافعت کی کوئی قوت نہ تھی، اس لئے اس نے محل کا پھاٹک بند کرا لیا اور لوگوں سے کہا کہ تم لوگ نکل کر اپنے اپنے قبیلہ والوں کو تہدید وتخویف طمع اور لالچ کے ذریعہ سے جس طرح بھی ہو سکے مسلم کے ساتھ سے علیحدہ کر دو اور عمائد کوفہ کو حکم دیا کہ قصر کی چھت پر چڑھ کر یہ اعلان کریں کہ اس وقت جو شخص امیر کی اطاعت کریگا اس کو انعام واکرام دیا جائے گا جو بغاوت کرے گا اس کو نہایت سنگین سزا دیجائے گی، عمائد کوفہ کے اس اعلان پر مسلم

کے بہت سے ساتھی منتشر ہو گئے، شہر کے لوگ آتے تھے اور اپنے اعزہ واقربا کو لیجاتے تھے، اس طرح چھنٹتے چھنٹتے مسلم کے ساتھ کل ۳۰ آدمی رہ گئے جب انہوں نے کوفی حامیان حسینؓ کی یہ غداری دیکھی تو کندہ کے محلہ کی طرف چلے گئے اور یہاں باقی ماندہ تیسوں آدمیوں نے بھی ایک ایک کر کے ساتھ چھوڑ دیا اور مسلم تن تنہا رہ گئے، اس کسم پرسی کی حالت میں کوفہ کی گلیوں کی خاک چھانتے اور ٹھوکریں کھاتے ہوئے ،طوعہ نامی ایک عورت کے دروازے پر پہنچے،اس عورت کا لڑکا بلال شورش پسندوں کے ساتھ نکل گیا تھا وہ اس وقت اس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔

مسلم نے اس کے دروازہ پر پہنچ کر پانی مانگا،اس نے پانی پلایا پانی پلانے کے بعد کہا اب جاؤ اپنا راستہ لو؛ لیکن مسلم جاتے تو اب کہا جاتے ان کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہ گئی تھی، اس لئے وہ سن کر خاموش ہو گئے،عورت نے پھر دو تین مرتبہ کہا تیسری مرتبہ مسلم

نے جواب دیا کہ میں اس شہر میں پردیسی ہوں، میرا گھر اور میرے اقربا یہاں نہیں، ایسی حالت میں تم میرے ساتھ کچھ سلوک کر سکتی ہو؟ عورت نے پوچھا کس قسم کا؟ مسلم نے کہا میں مسلم بن عقیل ہوں، کوفہ والوں نے میرے ساتھ غداری کی ہے، بوڑھی عورت خدا ترس تھی، مسلم کی داستانِ مصیبت سن کر انہیں اپنے مکان میں چھپایا اور ان کی خبر گیری کرتی رہی، اس کے بعد جب اس کا لڑکا واپس آیا اور اس نے ماں کو مکان کے ایک خاص حصہ میں زیادہ آتے جاتے دیکھا تو سبب پوچھا بوڑھی ماں نے پہلے چھپایا؛ لیکن جب بیٹے نے زیادہ اصرار کیا تو رازداری کا وعدہ لیکر بتادیا۔

مسلم کی گرفتاری

جب سے مسلمؓ ہانی کے گھر سے نکلے تھے، اسی وقت سے ابن زیاد ان کی تلاش میں مصروف تھا؛ لیکن پتہ نہ چلتا تھا اس لئے اس نے ایک دن اہل شہر کو مسجد میں جمع کر کے اعلان کیا کہ جاہل اور کمینہ مسلم

بن عقیل نے جو فتنہ بپا کیا ہے اس کو تم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اس لئے جس شخص کے گھر سے وہ برآمد ہوں گے وہ ماخوذ ہوگا اور جو انہیں گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام دیا جائے گا، اس اعلان کے بعد حسین بن تمیم کو کوفہ میں عام تلاشی کا حکم دیا، جس عورت کے گھر میں روپوش تھے اس کے لڑکے کو علم ہو چکا تھا ابن زیاد کے اعلان سے وہ گھبرا گیا، اور دوسرے دن صبح کو اس نے عبدالرحمن بن محمد سے تذکرہ کیا کہ مسلم ہمارے گھر میں روپوش ہیں، عبدالرحمن نے قصر امارۃ میں جا کر اپنے باپ کو اطلاع دی، اس نے ابن زیاد سے کہدیا اس طرح مسلم کا پتہ چل گیا، ابن زیاد نے اُسی وقت ستر آدمیوں کا ایک دستہ مسلمؓ کی گرفتاری کے لئے بھیج دیا، دستہ کی آمد کا شور سن کر مسلم سمجھ گئے؛ لیکن مطلق خوفزدہ نہ ہوئے اور تن تنہا پورے دستہ کا نہایت شجاعت و بہادری کے ساتھ مقابلہ کر کے انہیں گھر سے باہر کر دیا یہ لوگ پھر ریلا کر کے اندر گھسے، مسلمؓ نے پھر نکال باہر کیا،

کہ اتنے میں بکر بن حمران نے مسلمؓ کے چہرہ پر ایسا وار کیا کہ اوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے ؛ لیکن اس حالت میں بھی مسلم نے اس شخص کو نہایت سخت زخمی کر دیا اس کے زخمی ہوتے ہی باقی ٦٩ آدمی چھت پر چڑھ گئے اور اوپر سے مسلم کے اوپر آگ اور پتھر برسانے لگے، مسلم نے یہ بزدلی دیکھی تو گلی میں نکل آئے اور بڑا پر زور مقابلہ کیا، شامی دستہ کے امیر محمد بن اشعث نے کہا کہ تنہا کب تک مقابلہ کروگے جان دینے سے کیا فائدہ میں تمہیں امان دیتا ہوں، سپر ڈال دو اور اپنے کو بیکار ہلاک نہ کرو، مسلم نے اس کے جواب میں نہایت بہادرانہ رجز پڑھا، لیکن محمد بن اشعث نے یقین دلایا کہ تمہارے ساتھ کوئی فریب نہ کیا جائے گا، مقابلہ سے باز آجاؤ، مسلم زخموں سے چور ہو چکے تھے، مزید مقابلہ کی طاقت باقی نہ تھی، اس لئے مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، محمد بن اشعث نے پھر امان کی تجدید کی، لیکن عمرو ابن عبید اللہ

سلمی نے اسے تسلیم نہ کیا اور مسلم کی سواری کے لئے اونٹ تک مہیا نہ کیا؛ چنانچہ اس خستہ حالت میں ان کو خچر پر سوار کر کے تلوار چھین لی گئی ،تلوار چھننے سے مسلم کو اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی، اور بادیدہ پرنم کہا یہ پہلا دھوکا ہے، محمد بن اشعث نے پھر اطمینان دلایا، لیکن مسلم بہت مایوس تھے، بولے اب امان کہاں اس کی طرف آس ہی آس ہے، عمرو ابن عبید اللہ نے اشکباری پر طعنہ دیا کہ خلافت کے مدعی کو مصائب سے گھبرا کر رونا نہ چاہیے، مسلم نے کہا میں اپنے لئے نہیں روتا ہوں؛ بلکہ اپنے گھر والوں کے لئے روتا ہوں جو تمہارے یہاں آرہے ہیں حسینؓ کے لئے روتا ہوں، آل حسینؓ کے لئے روتا ہوں، پھر محمد بن اشعث سے کہا میرا بچانا تمہارے بس سے باہر ہے، البتہ اگر تم سے ہو سکے تو میرے بعد اتنا کام کرنا کہ حسینؓ کو میری حالت کی خبر کر کے یہ پیام بھجوا دینا کہ وہ اپنے اہل بیت کو لے کر لوٹ جائیں اور کوفہ والوں پر ہرگز ہرگز اعتماد نہ کریں، محمد بن

اشعث نے کہا خدا کی قسم جس طرح بھی ہو سکے گا یہ پیام ضرور پہنچاؤں گا، محمد بن اشعث نے یہ وعدہ پورا بھی کیا جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

مسلم کو امان دینے کے بعد محمد بن اشعث انہیں قصر امارت میں لایا، اور ابن زیاد سے کہا کہ میں مسلم کو امان دے چکا ہوں، لیکن ابن زیاد نے اسے تسلیم نہیں کیا اور کہا تم کو امان دینے کا اختیار نہ تھا ، میں نے تم کو صرف گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا، اس کی ڈانٹ سُن کر محمد بن اشعث خاموش ہو گئے، مسلم بن عمرو باہلی نے جواب دیا دیکھتے ہو کتنا ٹھنڈا پانی ہے لیکن اس میں سے تم کو ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا، تم کو اس کے عوض آتش دوزخ کا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، اس کے اس کہنے پر مسلم نے پوچھا تم کون ہو؟ ابن عمرو نے جواب دیا میں وہ ہوں جس نے حق کو اس وقت پہچانا جب تم نے اسے کو چھوڑا اور امت مسلمہ اور امام وقت کا خیر خواہ رہا جب تم نے ان

کے ساتھ گھاٹ کی اور اس کا مطیع و منقاد رہا، جب تم نے سرکشی کی میں مسلم بن عمرو ہوں مسلم بن عقیل نے یہ جواب سن کر کہا تیری ماں تجھے روئے تو بھی کس قدر سنگ دل، قسی القلب، ظالم اور درشت خو ہے، باہلہ کے بچے تو مجھ سے زیادہ کھولتے ہوئے پانی اور دائمی دوزخ کا مستحق ہے۔

ابن زیاد سے گفتگو

مسلم بن عمرو اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی اس تلخ گفتگو کے بعد ایک نرم دل نے پانی کا پیالہ لیا، مگر زخموں کی کثرت سے مسلم کا ہر موئے بدن خوننابہ فشاں ہو رہا تھا، اس لئے جیسے ہی گلاس منہ سے لگاتے تھے، خون سے بھر جاتا اور مسلم اسے ہٹا لیتے، تیسری مرتبہ گلاس لبوں سے لگایا تو دو دانت جو مقابلہ میں اکھڑ گئے تھے اور خفیف سے اٹکے ہوئے تھے، گلاس کی ٹھیس لگتے ہی اس میں رہ گئے، مسلم نے گلاس لبوں سے ہٹا لیا اور کہا خدا کا شکر ہے، پانی پینا قسمت میں ہوتا تو یہ

نوبت نہ آتی غرض اسی طرح تشنہ لب ابن زیاد کے سامنے پیش کئے گئے، مسلم نے قاعدہ کے مطابق ابن زیاد کو سلام نہیں کیا، نگران نے ٹوکا امیر کو سلام نہیں کرتے؟ کہا اگر وہ قتل کرنا چاہتے ہیں تو سلام نہیں کروں گا اور اگر قتل کا ارادہ نہیں ہے تو بہت سے سلام لیں گے، ابن زیاد بولا، اپنی عمر کی قسم ضرور قتل کروں گا، مسلم نے کہا واقعی، ابن زیاد نے جواب دیا، ہاں واقعی، مسلم نے کہا اگر قتل ہی کرنا ہے تو پھر اپنے کسی قبیلہ والے سے کچھ وصیت کرنے کی مہلت دو، ابن زیاد نے یہ درخواست قبول کرلی، اس وقت مسلم کے قریبی اعزہ میں عمر بن سعد پاس تھا، مسلم نے اس سے کہا میں تم سے ایک راز کی بات کہتا ہوں عمر بن سعد نے سننے سے انکار کیا، اس کے انکار پر ابن زیاد نے غیرت دلائی کہ اپنے ابن عم کو مایوس نہ کرنا چاہیے، (یہ طبری کی روایت ہے، دنیوری کا بیان ہے کہ عمر بن سعد نے یہ تمام وصیتیں نہایت خوشی سے سنیں اوران کے پورا کرنے کا پختہ وعدہ کیا۔) اس

کے غیرت دلانے پر عمر بن سعد مسلم کے پاس گیا، انہوں نے وصیت کی کہ میں نے کوفہ میں سات سو درہم قرض لئے تھے، میرے بعد انہیں ادا کرنا، اور میری لاش لے کر دفن کر دینا، حسینؓ آ رہے ہوں گے ان کے پاس آدمی بھیج کر راستہ سے واپس کر دینا ابن سعد نے ابن زیاد سے ان وصیتوں کے بارہ میں پوچھا اس نے کہا جو وصیت مال کے متعلق ہے اس کے بارہ میں تم کو پورا اختیار ہے جیسا چاہو کرو، حسینؓ کے بارہ میں میرا طرز عمل یہ ہے کہ اگر وہ یہاں نہ آئیں گے تو میں خواہ مخواہ ان کا تعاقب نہ کراؤں گا اور اگر آ گئے تو چھوڑ بھی نہیں سکتا، البتہ لاش کے بارہ میں تمہاری سفارش نہیں سنی جا سکتی جس نے ہماری اتنی مخالفت کی ہو اس کی لاش ہرگز اس طرز عمل کی مستحق نہیں ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ لاش کے متعلق بھی اس نے کہا کہ قتل کرنے کے بعد ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس کے

ساتھ کیا کیا جائے۔[1]

مسلم اور ابن زیاد

اس وصیت کے بعد مسلم دوبارہ پھر ابن زیاد کے سامنے لائے گئے اور ان دونوں میں یہ مکالمہ ہوا:

ابن زیاد: لوگ آپس میں متحد و متفق تھے، تم ان میں تفرقہ اور اختلاف ڈلوانے اور آپس میں لڑانے کے لئے آئے؟

مسلم: یہ خلاف واقعہ ہے، میں ہرگز اس مقصد کے لئے نہیں آیا؛ بلکہ کوفہ والوں کا خیال تھا کہ تمہارے باپ نے ان کے بزرگوں اور نیک لوگوں کو قتل کیا، ان کا خون بہایا اور اسلامی خلافت کو چھوڑ کر قیصر و کسریٰ کا سا طرز عمل اختیار کیا، اس لئے ہم یہاں قیام عدل اور کتاب اللہ کے احکام کی دعوت دینے کے لئے آئے۔

ابن زیاد: یہ چوٹیں سن کر غضبناک ہو گیا تھا بولا فاسق تیرے منہ پر

۱۔(طبری:۷/۲۶۵،۲۶۶)

یہ دعویٰ زیب نہیں دیتا کیا تو جب مدینہ میں بادہ نوشی کرتا تھا، اس وقت ہم یہاں عدل و کتاب اللہ پر عمل کی دعوت نہیں دیتے تھے؟

مسلم: میں شراب پیتا تھا؟ خدا کی قسم وہ خوب جانتا ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے اور بغیر علم کے اتہام لگاتا ہے جیسا تو نے بیان کیا میں ویسا نہیں ہوں مجھ سے زیادہ شراب نوشی کا وہ مستحق ہے جس کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے آلودہ ہیں جو خدا کی حرام کی ہوئی جانوں کو لیتا ہے اور بغیر قصاص کے لوگوں کو قتل کرتا ہے، حرام خون بہاتا ہے محض ذاتی عداوت، غصہ اور سوئے ظن پر لوگوں کی جان لیتا ہے اور پھر ان ستم آرائیوں پر اس طرح لہو ولعب میں مشغول ہے گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔

ابن زیاد: فاسق تیرے نفس نے تجھے ایسی چیز کی تمنا دلائی جس کا خدا نے تجھے اہل نہ سمجھا، اسی لئے تیری آروزو پوری نہ ہونے دی۔

مسلم: پھر اس کا کون اہل تھا؟

ابن زیاد: امیر المومنین یزید!

مسلم: ہر حال میں خدا کا شکر ہے، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو فیصلہ چاہے کر دے۔

ابن زیاد: معلوم ہوتا ہے تم خلافت کو اپنا حق سمجھتے ہو؟

مسلم: خیال ہی نہیں ؛ بلکہ اس کا یقین ہے۔

ابن زیاد: اگر میں تم کو اس بری طرح قتل نہ کروں کہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہ ملے تو خدا مجھے قتل کرے۔

مسلم: بیشک اسلام میں تم کو ایسی نئی مثالوں کے قائم کرنے اور نئی بدعات کے جاری کرنے کا حق ہے جو اس میں نہیں ہیں تم کو خدا کی قسم !تم برے طریقہ سے قتل کرنا، برے طریقہ سے مثل کرنا، اور خبث سیرت کسی ایک برائی کو بھی نہ چھوڑو ان برائیوں کا تم سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہے۔

یہ دندان شکن جواب سن کر ابن زیاد بالکل بے قابو ہو گیا اور مسلمؓ،

حسینؓ ، علیؓ اور عقیلؓ پر گالیوں کی بوچھاڑ کردی، گالیاں برسانے کے بعد مسلمؓ کو پانی پلوا کر جلادوں کو حکم دیا کہ انہیں محل کی بالائی منزل پر لے جا کر قتل کردو اور قتل کرنے کے بعد ان کا دھڑ نیچے پھینک دو، مسلم نے اس قتل بے گناہی کے خلاف پھر ایک بار احتجاج کیا؛ لیکن کون سننے والا تھا، آخر میں ابن زیاد نے یہ خدمت اس شخص کے سپرد کی جس کو مسلمؓ نے زخمی کیا تھا تاکہ وہ انتقامی جذبہ کے ساتھ انہیں قتل کرے؛ چنانچہ یہ شخص مسلم کو مقتل کی طرف لے چلا، اس وقت مسلمؓ کی زبان پر تکبیر، استغفار اور ملائکہ اور رُسل پر درود سلام جاری تھا اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدایا میرے اور ان لوگوں کے درمیان تو ہی فیصلہ کر جنہوں نے ہم کو دھوکا دیا جھٹلایا اور ذلیل کیا، جلاد نے مقامِ قتل پر لیجا کر گردن ماردی اور سر کے ساتھ دھڑ بھی نیچے پھینک دیا، اس دردناک طریقہ پر حضرت حسینؓ

کا ایک نہایت قوی بازو ٹوٹ گیا۔ [۱]

حضرت حسینؓ کی سفر کوفہ کی تیاریاں اور خیر خواہوں کے مشورے

یاد ہو گا مسلمؓ کو حضرت حسینؓ نے کوفہ کے حالات معلوم کر کے اطلاع دینے کے لیے بھیجا تھا۔ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے مسلمؓ جب کوفہ آئے تھے تو یہاں کے باشندوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ اور اٹھارہ ہزار کوفیوں نے حضرت حسینؓ کی خلافت اور ان کی حمایت میں جنگ کرنے پر بیعت کی تھی۔ مسلمؓ نے گرفتاری کے قبل ان ظاہری حالات کو دیکھ کر حضرت حسینؓ کو لکھ بھیجا تھا کہ سارا شہر آپ کا منتظر ہے، فوراً تشریف لائیے۔

حضرت حسینؓ نے یہ خط پا کر سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس

۱۔ (طبری: ۷/ ۲۶۵، ۲۶۷)

وقت آپ کو کوفہ نئے حالات کی کوئی اطلاع نہ ہوئی تھی۔تمام اہل مکہ و مدینہ کوفیوں کی غداری اور بے وفائیوں سے واقف تھے۔حضرت علیؓ اور حسنؓ کے ساتھ ان لوگوں نے جو کچھ کیا تھا وہ نگاہوں کے سامنے تھا۔اس لیے کسی نے بھی حضرت حسینؓ کا کوفہ جانا پسند نہ کیا۔جب آپ کی تیاریوں کی خبر مشہور ہوئی تو تمام ہوا خواہوں نے آپ کو روکنے کی کوشش کی،اور غالباً سب سے پہلے عمرو بن عبدالرحمنؓ نے آکر عرض کیا۔

میں نے سنا ہے آپ عراق جا رہے ہیں،اگر یہ صحیح ہے تو آپ ایسے شہر جا رہے ہیں، جہاں دوسرے کی حکومت ہے اور وہاں اس کے امراء و عمال موجود ہیں۔جن کے قبضہ میں بیت المال ہے۔عوام دنیا و دولت کے بندے ہیں۔اس لیے مجھے خوف ہے کہ جن لوگوں نے آپ کی مدد کا وعدہ کیا ہے، وہی آپ سے لڑیں گئے۔حضرت حسینؓ نے عمرو بن عبدالرحمن کے ہمدردانہ مشورے کا شکریہ ادا کیا۔

ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس آئے اور پوچھا ابن عم! لوگوں میں یہ خبر گرم ہے کہ تم عراق جا رہے ہو، کیا یہ صحیح ہے؟ حسینؓ نے جواب دیا، ہاں۔ انشاءاللہ دو ایک دن میں جاؤں گا۔ ابن عباس ؓ نے کہا" میں تم کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں، اس راہ سے باز آؤ۔ ہاں اگی عراقیوں نے شامی حاکم کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا ہو۔ اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال دیا ہو، تو بخوشی جاؤ۔

لیکن اگر عراقیوں نے تم کو ایسی حالت میں بلایا ہے کہ ان کا حاکم موجود ہے۔ اس کی حکومت قائم ہے۔ اس کے عمال خراج وصول کرتے ہیں تو یقین مانو کہ انہوں نے تم کو محض جنگ کے لیے بلایا ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ یہ سب تم کو دھوکہ دے جائیں گے، تم کو جھٹلائیں گے، تمہاری مخالفت کریں گے اور تمہیں بے یار و مددگار چھوڑیں گے، اور جب تمہارے مقابلہ کے لیے بلائے جائیں گے تو تمہارے سب سے بڑے دشمن ثابت ہوں گے" حضرت حسینؓ

نے فرمایا میں استخارہ کروں گا، دیکھوں کیا جواب ملتا ہے۔

ابن عباسؓ کے بعد ابن زبیرؓ آئے۔ انہوں نے یہ معلوم کر کے کہ عراقی پورے طور پر آپ کی مدد کے لیے آمادہ ہیں، پہلے کوفہ جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن پھر اس خیال سے کہ اس سے حضرت حسینؓ کو کوئی بدگمانی نہ پیدا ہو۔ یہ صورت پیش کی کہ اگر آپ حجاز ہی میں رہ کر حصول خلافت کی کوشش کیجیے تو ہم سب بیعت کر کے آپ کی مدد کریں گے اور آپ کے خیر خواہ رہیں گے۔

حضرت حسینؓ نے فرمایا میں نے اپنے والد بزرگوار سے حدیث سنی ہے کہ؛ حرم کا ایک مینڈھا ہے، جس کی وجہ سے اس کی حرمت اٹھ جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں وہ مینڈھا نہ بنوں ۔اس کے بعد ابن زبیرؓ نے حضرت حسینؓ سے بہت اصرار کیا کہ آپ حرم میں بیٹھے رہیں، باقی کام میں انجام دوں گا۔ لیکن حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ اگر میں حرم سے ایک بالشت بھی باہر قتل کیا جاؤں تو وہ

مجھے حرم میں قتل ہونے سے زیادہ پسند ہے اور کسی طرح حرم میں قیام کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔

اس کے دوسرے دن پھر ابن عباسؓ آئے اور کہا ابن عم میرا دل نہیں مانتا، صبر کی صورت بنانا چاہتا ہوں، مگر حقیقۃً صبر نہیں کرسکتا، مجھے اس راستہ میں تمہاری ہلاکت کا خوف ہے، عراقیوں کی قوم فریبی ہے، تم ہرگز ان کے قریب نہ جاؤ، مکہ ہی میں رہو، تم اہل حجاز کے سردار ہو، اگر ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ وہ واقعی تمہیں بلانا چاہتے ہیں تو ان کو لکھو کہ پہلے وہ اپنے دشمنوں کو نکال دیں، پھر تم جاؤ، لیکن اگر نہیں رکتے اور یہاں سے جانے ہی پر اصرار ہے تو یمن چلے جاؤ، وہ ایک وسیع ملک ہے وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں تمہارے باپ کے حامی ہیں اور بالکل الگ تھلگ مقام ہے، تم اسی گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر لوگوں کو دعوتی خطوط لکھو اور ہر طرف اپنے دعوتی خط بھیجو، مجھ کو امید ہے کہ اس طرح امن و عافیت کے ساتھ تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا، یہ

سن کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ کو یقین ہے کہ آپ میرے شفیق ناصح ہیں، لیکن اب تو میں ارادہ کر چکا ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب بالکل مایوس ہو چکے تو فرمایا، اچھا اگر جاتے ہی ہو تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جاؤ، مجھ کو خطرہ ہے کہ تم بھی عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے بچوں اور عورتوں کے سامنے نہ قتل کر دیئے جاؤ اور وہ غریب دیکھتے رہ جائیں، لیکن کارکنانِ قضا و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا، اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ساری کوششیں ناکام ثابت ہوئیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کسی بات پر رضامند نہ ہوئے۔ [۱]

پھر ابوبکر بن حارث رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا کہ آپ کے والد ماجد صاحب اقتدار تھے ان کی طرف مسلمانوں کا عام رجحان تھا ان کے احکام پر سر جھکاتے تھے، شام کے علاوہ تمام ممالک اسلامیہ ان کے ساتھ تھے، اس اثر و اقتدار کے باوجود جب وہ معاویہ کے مقابلہ میں نکلے

۱۔(طبری: ۷/ ۲۷۲، ۲۷۵)

تو دنیا کی طمع میں لوگوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا، تنہا ساتھ ہی چھوڑنے پر اکتفا نہیں کیا؛ بلکہ ان کے سخت مخالف ہو گئے اور خدا کی مرضی پوری ہو کر رہی ان کے بعد عراقیوں نے آپ کے بھائی کے ساتھ جو کچھ کیا وہ بھی آپ کی نگاہ کے سامنے ہے، ان تجربات کے بعد بھی آپ اپنے والد کے دشمنوں کے پاس اس امید پر جاتے ہیں کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے، شامی آپ سے زیادہ مستعد اور مضبوط ہیں، لوگوں کے دلوں میں ان کا رعب ہے، یاد رکھئے کہ آپ کے پہنچتے ہی شامی کوفیوں کو طمع دلا کر توڑ لیں گے اور یہ سگِ دنیا فوراً ان سے مل جائیں گے اور جن لوگوں کو آپ کی محبت کا دعویٰ ہے اور جنہوں نے مدد کا وعدہ کیا ہے وہی لوگ آپ کو چھوڑ کر آپ کے دشمن بن جائیں گے، ابوبکر حارث کا یہ پرزور استدلال بھی حضرت حسینؓ کے عزم راسخ کو بدل نہ سکا، آپ نے جواب دیا خدا کی مرضی پوری

ہو کر رہے گی۔ [۱]

اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے خاص ہوا خواہوں نے روکنا چاہا، لیکن قضائے الٰہی نہیں ٹل سکتی تھی۔

مکہ سے کاروان اہل بیت کی روانگی

غرض ترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) کے دن ذی الحجہ (۶۰ ھ) کو کاروان اہل بیت مکہ سے روانہ ہوا، عمرو بن سعید بن عاص اموی حاکم مکہ کے سواروں نے روکنے کی کوشش کی؛ لیکن حضرت حسینؓ زبردستی آگے بڑھتے چلے گئے اور تنعیم پہنچ کر مزید اونٹ کرایہ پر لئے اور بڑھتے ہوئے صفاح پہنچے، یہاں فرزدق شاعر ملا، آپ نے اس سے عراق کے حالات پوچھے، اس نے کہا آپ نے ایک باخبر شخص سے حال پوچھا، لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں، لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں، قضائے الٰہی آسمان سے اترتی ہے

۱۔ (مسعودی: ۳/ ۴۵۷، برحاشیہ نفح الطیب)

خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے آپ نے سنکر فرمایا تم نے سچ کہا: اللہ الا مر یفعل ما یشاء وکل یوم ربنا فی شان، اگر خدا کا حکم ہمارے موافق ہو تو اس کی نعمتوں پر اس کے شکر گزار ہوں گے، شکر گزاری میں وہی مددگار ہے اور اگر خدا کا فیصلہ ہمارے خلاف ہوا تو بھی ہماری نیت حق اور تقویٰ ہے، فرزدق سے گفتگو کے بعد قافلہ آگے بڑھا۔ [۱]

راستہ میں عبداللہ بن جعفر کا خط ملا کہ میں خدا کا واسطہ دلاتا ہوں، میرا خط ملتے ہی فوراً لوٹ آیئے، مجھے ڈر ہے کہ جہاں آپ جارہے ہیں وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہلبیت کی بربادی ہے، اگر خدانخواستہ آپ ہلاک ہوگئے تو دنیا تاریک ہوجائے گی، آپ ہدایت یابوں کا علم اور مومنوں کا آسرا ہیں، آپ سفر میں جلدی نہ کیجئے، خط کے بعد ہی میں بھی پہنچتا ہوں، اس خط کے بعد عبداللہ نے عمرو بن سعید حاکم مکہ سے کہا کہ وہ اپنی جانب سے بھی ایک خط لکھ کر

۱۔(ابن اثیر:۲/ ۳۳)

حسینؓ کو واپس بلا لے، عمرو بن سعید نے کہا تم مضمون لکھ دو میں اس پر مہر لگا دوں گا؛ چنانچہ عبداللہ نے عمرو کی جانب سے حسب ذیل خط لکھا:

میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو اس راستہ سے پھیر دے، جدھر تم جارہے ہو میں نے سنا ہے کہ تم عراق جاتے ہو، میں تم کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں کہ افتراق اور انشقاق سے باز آؤ، اس میں تمہاری ہلاکت ہے میں تمہارے پاس عبداللہ بن جعفر اور اپنے بھائی کو بھیجتا ہوں، تم ان کے ساتھ لوٹ آؤ میں تم کو امان دیتا ہوں اور تمہارے ساتھ صلہ رحمی اور بھلائی سے پیش آؤں گا تمہاری مدد کروں گا تم میرے جوار میں نہایت اطمینان اور راحت کے ساتھ رہو گے اس تحریر پر خدا وکیل اور شاہد ہے۔

عمرو نے اس تحریر پر اپنی مہر کر دی اور عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن عمرو دونوں اس کو لے کر حضرت حسینؓ کے پاس گئے، حضرت

حسینؓ نے اسے پڑھا، اور پڑھ کر فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے، اس میں آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے میں اس حکم کو پورا کروں گا، خواہ اس کا نتیجہ میرے موافق نکلے یا مخالف، عبداللہ اور یحییٰ نے پوچھا کیا خواب تھا، فرمایا میں نے اسے نہ کسی سے بیان کیا ہے اور نہ مرتے دم تک بیان کروں گا، اس گفتگو کے بعد عمرو بن سعید کے خط کا جواب لکھا کہ جو شخص اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہے، عمل صالح کرتا ہے اور اپنے اسلام کا معترف ہے، وہ خدا اور اس کے رسول سے اختلاف کیونکر کرسکتا ہے، تم نے مجھے امان، بھلائی اور صلہ رحمی کی دعوت دی ہے، پس بہترین امان اللہ تعالی کی امان ہے، جو شخص دنیا میں خدا سے نہیں ڈرتا، خدا قیامت کے دن اس کو امان نہیں دیگا، اس لئے میں دنیا میں خدا کا خوف چاہتا ہوں تاکہ قیامت کے دن اس کی امان کا مستحق رہوں، اگر خط سے تمہاری نیت واقعی میرے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی

کی ہے تو خدا تم کو دنیا اور آخرت دونوں میں جزائے خیر دے، والسلام۔ (۱)

ابن زیاد کے انتظامات

ادھر کاروان اہل بیت منزلیں طے کر رہا تھا دوسری طرف اموی حکام ان کے مقابلہ کے لئے اپنے انتظامات کر رہے تھے؛ چنانچہ آپ کی آمد کی خبر سن کر ابن زیاد نے قادسیہ سے لیکر خفان، قطقطانہ اور جبل لعلع تک سواریوں کا تانتا باندھ دیا تھا کہ اہل بیت کے قافلہ کی نقل وحرکت کی خبریں دم بدم ملتی رہیں اور اہل کوفہ اور حضرت حسینؓ میں خط وکتابت اور نامہ و پیام کا سلسلہ قائم نہ رہ سکے، حضرت حسینؓ نے مقام حاجز میں پہنچ کر قیس بن مسہر صیدادی کو اپنی آمد کا اطلاعی خط دیکر کوفہ روانہ کیا؛ لیکن اموی حکام نے پہلے سے راستوں کی ناکہ بندی کرلی تھی، اس لئے قیس قادسیہ میں گرفتار کرلئے گئے اور ابن

۱۔(طبری:۷/۲۶۹،۲۸۱)

زیاد کے پاس کوفہ بھجوا دیئے گئے، ابن زیاد نے انہیں یہ گستاخانہ حکم دیا کہ قصر کی چھت پر چڑھ کر کذاب ابن کذاب حسینؓ بن علیؓ کو گالیاں دو، قیس اس حکم پر قصر کے اوپر چڑھ گئے، لیکن ایک فدائی حسینؓ کی زبان اس کی دشنام سے کس طرح آلودہ ہوسکتی تھی؛ چنانچہ اس موقع پر بھی انہوں نے وہی فرض ادا کیا جس کے لئے وہ بھیجے گئے تھے، یعنی حضرت حسینؓ کی آمد کی ان الفاظ میں اطلاع دی لوگو میں حسینؓ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر اور بہترین مخلوق کا ہر کارہ ہوں وہ حاجز تک پہنچ چکے ہیں، ان کی مدد تمہارا فرض ہے، یہ کہہ کر ابن زیاد اوراس کے باپ پر لعنت بھیجی اور حضرت علیؓ کے لئے استغفار کیا، ابن زیاد نے اس عدول حکمی اوراس اہانت پر حکم دیا کہ اس کو بلند مقام سے نیچے گرا کر مار ڈالا جائے، اس حکم کی اسی وقت تعمیل ہوئی اور مسلم کے بعد حضرت حسینؓ

کا دوسرا فدائی ان کی راہ میں نثار ہو گیا۔ (۱)

حسین اور عبداللہ بن مطیع

حسینؓ کی ملاقات عبداللہ بن مطیع سے ہوئی، جو عراق سے لوٹ رہے تھے، عبداللہ بن مطیع نے پوچھا فدیت بابی وامی یا ابی رسول اللہ آپ خدا اور اپنے جد امجد کے حرم کے باہر کیوں نکلے، فرمایا کوفہ والوں نے بلایا ہے، کہ معالم حق زندہ کیا جائے اور بدعتوں کو مٹایا جائے، عبداللہ نے عرض کیا آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں، آپ ہرگز کوفہ کا قصد نہ کیجئے اور آپ وہاں یقیناً شہید کر دیئے جائیں گے، فرمایا جو کچھ خدا نے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ (۲)

ایک جانباز کا ایثار

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۳۴)

۲۔(اخبار الطوال: ۲۵۸، ۲۵۹)

عبداللہ بن مطیع سے ملاقات کے بعد حضرت حسینؓ نے مقام زرو دمیں منزل کے قریب ہی ایک خیمہ نظر آیا، پوچھا کس کا خیمہ ہے، معلوم ہوا زہیر بن قین کا، وہ حج سے فارغ ہو کر کوفہ جا رہے ہیں ،حضرت حسینؓ نے ان کو بلا بھیجا، مگر انہوں نے ملنے سے انکار کیا، ان کے انکار پر ان کی بیوی نے کہا، سبحان اللہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاتے ہیں اور تم نہیں جاتے ، بیوی کے اس کہنے پر وہ چلے گئے اور حضرت حسینؓ سے ملاقات کی،آپ سے ملتے ہی دفعۃ خیالات بدل گئے،اسی وقت اپنا خیمہ اکھڑوا کے حضرت حسینؓ کے خیمہ کے قریب نصب کرایا اور بیوی کو طلاق دے کر کہا تم اپنے بھائی کے ساتھ گھر لوٹ جاؤ، میں نے جان دینے کی ٹھان لی ہے اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے کہ تم میں سے جو لوگ شہادت کے طلبگار ہوں وہ میرے ساتھ چلیں اور جو لوگ نہ چاہتے ہوں وہ آگے بڑھ جائیں؛ لیکن اس صدائے حق کا کسی نے جواب نہ دیا اور

سبھوں نے کوفہ کا راستہ لیا اور زہیر حضرت حسینؓ کے ساتھ زرود سے آگے بڑھے۔ ①

مسلم کے قتل کی خبر ملنا

ابھی تک حضرت حسینؓ مسلم بن عقیل کے قتل سے بالکل بے خبر تھے مقام ثعلبیہ میں ایک اسدی سے جو کوفہ سے آرہا تھا مسلمؓ اور ہانیؓ کے قتل کا حال معلوم ہوا، یہ وحشت ناک خبر سن کر آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، اس اطلاع کے بعد ہوا خواہوں نے ایک مرتبہ پھر سمجھایا اور قسمیں دلا دلا کر اصرار کیا کہ آپ یہیں سے لوٹ چلیئے کوفہ میں آپ کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے، یہ سب آپ کے دشمن ہو جائیں گے؛ لیکن مسلمؓ کے بھائی بضد ہوئے کہ خدا کی قسم جب تک ہم اپنے بھائی کا بدلہ نہ لیں گے یا قتل نہ ہو جائیں گے اس وقت تک نہیں لوٹ سکتے، حضرت حسینؓ نے فرمایا جب یہ لوگ نہ ہوں

۱۔(اخبار الطوال:۲۵۹)

گے تو پھر ہماری زندگی کس کام کی غرض یہاں سے بھی قافلہ آگے بڑھا۔

عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر

حضرت حسینؓ جن جن چشموں سے گزرتے تھے لوگ جوق در جوق ساتھ ہوتے جاتے تھے رزبار پہنچ کر عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملی، عبداللہ کو آپ نے راستہ سے مسلمؓ کے پاس خط دیکر بھیجا تھا، لیکن راستہ ہی میں حصین ابن نمیر کے سواروں نے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجوادیا، اس نے قیس بن مسہر کی طرح انہیں بھی حضرت حسینؓ پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا؛ لیکن اس فدائی نے بھی وہی نمونہ پیش کیا جو اس کے پیشرو پیش کر چکے تھے، انہوں نے کہا لوگو! فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لڑکے حسینؓ آرہے ہیں تم لوگ ابن مرجانہ (ابن زیاد) کے مقابلہ میں ان کی مدد کرو، ابن زیاد نے انہیں بھی قصر امارت کی بلندی سے گروادیا جسم کی ساری

ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور اس دردناک طریقہ سے حسینؓ کے ایک اور فدائی کا خاتمہ ہو گیا۔ [۱]

یاد ہو گا کہ مسلم بن عقیلؓ نے محمد بن اشعث اور عمر بن سعد سے وصیت کی تھی کہ وہ ان کے بعد حضرت حسینؓ کو اہل کوفہ کی بیوفائی کی اطلاع دیکر انہیں یہاں آنے سے روک دیں ان دونوں نے یہ وصیت پوری کی اور حضرت حسینؓ کے پاس آدمی بھیجے لیکن عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملنے کے بعد ان دونوں کے قاصد پہنچے جب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ [۲]

پہلی تقریر

حضرت حسینؓ کو جب مسلسل یہ دل شکن خبریں ملیں تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے تقریر کی کہ مسلم بن عقیلؓ، ہانی بن عروہ

۱۔(ابن اثیر:۴/۳۶)

۲۔(طبری:۷/۲۹۴)

اور عبداللہ بن بقطرؓ کے قتل کی دردناک خبریں موصول ہو چکی ہیں ، ہمارے شیعوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے، اس لئے تم میں سے جو شخص لوٹنا چاہے وہ خوشی سے لوٹ سکتا ہے، ہماری جانب سے اس پر کوئی الزام نہیں ، یہ تقریر سن کر عوام کا ہجوم چھٹنے لگا اور صرف جان نثار باقی رہ گئے جو مکہ سے ساتھ آئے تھے۔ [۱]

زبالہ سے بڑھ کر بطن عقبہ میں قافلہ اترا یہاں ایک شخص ملا، اس نے نہایت لجاجت کے ساتھ کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں آپ لوٹ جایئے خدا کی قسم آپ نیزوں کی انی اور تلواروں کی دھار کے مقابلہ میں جارہے ہیں، جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے اگر انہوں نے آپ کے لئے راستہ صاف کردیا ہوتا اور ان کے جنگ میں کام آنے کی توقع ہوتی تو یقیناً آپ جاسکتے تھے، لیکن موجودہ حالات میں کسی طرح جانا مناسب نہیں، فرمایا جو تم کہتے ہو میں بھی

۱۔(طبری:۷/۲۹۵)

جانتا ہوں، لیکن خدا کے حکم کے خلاف نہیں کیا جا سکتا۔ [۱]

محرم ۶۱ ھ کے خونی سال کا آغاز

بطن عقبہ کے بعد قافلہ شراف میں اترا یہاں سواریوں کو پانی وغیرہ پلا کر ذی حشمہ کی طرف مڑ کر پہاڑ کے دامن میں خیمہ زن ہوا، اب محرم ۶۰ ھ کا خون آشام سال شروع ہو چکا تھا، ذی حشمہ میں حر بن یزید تمیمی جو حکومت شام کی جانب سے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو گھیر کر کوفہ لانے کے لئے بھیجا گیا تھا، ایک ہزار سواروں کے ساتھ پہنچا اور حضرت حسینؓ کے قافلہ کے سامنے قیام کیا، ظہر کے وقت حضرت حسینؓ نے اذان کا حکم دیا اور اقامت کے وقت نکل کر حر کے دستہ کے سامنے حمد و ثنا کے بعد حسب ذیل تقریر کی،

لوگو! میں خدا اور تم لوگوں سے عذر خواہ ہوں، میں تمہارے پاس خود سے نہیں آیا، ؛ بلکہ میرے پاس اس مضمون کے تمہارے خطوط

۱۔(طبری:۷/۲۹۵)

اور تمہارے قاصد آئے کہ ہمارا کوئی امام نہیں آپ آیئے شاید خدا آپ کے ذریعہ ہمیں سیدھے راستہ پر لگادے، اب میں آ گیا ہوں، اگر تم لوگ عہد و میثاق کر کے مجھے پورا اطمینان دلا دو تو میں تمہارے شہر چلوں اور اگر ایسا نہیں کرتے اور ہمارا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں۔

یہ تقریر سن کر سب خاموش رہے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، آپ نے اقامت کا حکم دیا اور حر سے پوچھا میرے ساتھ نماز پڑھو گے یا علیحدہ؟ حر نے کہا نہیں آپ کے ساتھ ہی پڑھوں گا حر کی یہ اقتداء فی الصلوٰۃ ان کے لئے پہلی فال نیک تھی؛ چنانچہ اس نے امام حسینؓ کے پیچھے نماز پڑھی، نماز کے بعد حضرت حسینؓ اپنے خیمہ میں چلے آئے اور حر اپنے فرودگاہ پر لوٹ گیا۔

اس کے بعد عصر کے وقت حضرت حسینؓ نے قافلہ کو کوچ کا حکم دیا اور کوچ سے پہلے نماز باجماعت ادا کی ،نماز کے بعد حسب ذیل

تقریر کی:

لوگو! اگر تم لوگ خدا سے ڈرو اور حقدار کا حق پہچانو، تو یہ خدا کی رضا مندی کا موجب ہوگا، ہم اہل بیت خلافت کے ان عہدیداروں کے مقابلہ میں جنہیں اس کا کوئی استحقاق نہیں اور جو تم پر ظلم وزیادتی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں خلافت کے حقیقی مستحق ہیں، اگر اب تم کو ہمارا آنا ناگوار ہے اور تم ہمارا حق نہیں پہچانتے اور تمہاری رائے اس سے مختلف تھی جو تمہارے خطوط اور تمہارے قاصدوں سے معلوم ہوئی تھی تو میں لوٹ جاؤں۔ [۱]

حضرت حسینؓ اور حر میں تند گفتگو

اس تقریر پر حر نے پوچھا، قاصد اور خطوط کیسے؟ حر کے اس استعجاب پر حضرت حسینؓ نے کوفیوں کے خطوط سے بھرے ہوئے دو تھیلے منگا کر ان کے سامنے انڈلوا دیئے، ان خطوط کو دیکھ کر حر نے کہا، ہم

۱۔ (طبری: ۷/ ۲۹۷، ۲۹۸)

لوگوں کا اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں جنھوں نے یہ خطوط لکھے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ آپ سے جس جگہ ملاقات ہو جائے اس جگہ سے آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں اور آپ کو ساتھ لیجا کر ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچادیں، حضرت حسینؓ نے فرمایا تمہاری موت اس سے زیادہ قریب ہے یہ کہہ کر کاروان اہل بیت کو لوٹانا چاہا؛ لیکن حر نے مزاحمت کی ،حضرت حسینؓ نے فرمایا تیری ماں تجھ کو روئے تو کیا چاہتا ہے،حر نے کہا آپ کے علاوہ اگر کوئی دوسرا عرب یہ کلمہ زبان سے نکالتا تو میں بھی برابر کا جواب دے لیتا؛ لیکن خدا کی قسم میں آپ کی ماں کا نام عزت ہی کے ساتھ لوں گا، امام حسینؓ نے فرمایا،آخر چاہتے کیا ہو؟ حر نے کہا صرف اس قدر کہ آپ میرے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے چلیے،فرمایا میں تمہارا کہنا نہیں مان سکتا،حر نے کہا تو پھر میں آپ کو چھوڑ بھی نہیں سکتا،اس ردوقدح میں دونوں میں تلخ وتند گفتگو ہوگئی ،حر نے کہا مجھے آپ سے لڑنے کا حکم

نہیں ہے، صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ جہاں ملیں آپ کو لیجا کر کوفہ پہنچادوں، اس لئے مناسب یہ ہے کہ ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ پہنچائے اور نہ مدینہ واپس کرے، اس درمیان میں میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اور آپ یزید کو لکھئے، شاید خدا عافیت کی کوئی صورت پیدا کردے اور میں آپ کے معاملہ میں آزمائش سے بچ جاؤں، حر کے اس مشورہ پر حضرت حسینؓ عذیب اور قادسیہ کے بائیں جانب ہٹ کے چلنے لگے، حر بھی ساتھ ساتھ چلا۔ (۱)

خطبہ

آگے بڑھ کر مقام بیضہ میں آپ نے پھر ایک پرجوش خطبہ دیا کہ:

لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، جس نے ظالم محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، خدا کے عہد توڑنے والے، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۴۰)

کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور اس کو قولاً اور عملاً غیرت نہ آئی تو خدا کو حق ہے کہ اس کو اس بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کرے، لوگو! خبردار ہو جاؤ! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی ہے اور رحمن کی اطاعت چھوڑ دی ہے، ملک میں فساد پھیلایا ہے، حدود الٰہی کو بیکار کر دیا ہے اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے، اس لئے مجھ کو غیرت آنے کا زیادہ حق ہے میرے پاس تمہارے خطوط آئے، تمہارے قاصد آئے کہ تم نے بیعت کر لی ہے اور تم مجھے بے یار و مددگار نہ چھوڑو گے پس اگر تم اپنی بیعت پوری کرو گے تو راہ راست کو پہنچو گے، میں علیؓ اور فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں، میری جان تمہاری جانوں کے برابر اور میرے اہل تمہارے اہل کے برابر ہیں، میری ذات تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور اپنا عہد توڑ کر میری بیعت کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالو گے تو یہ بھی تمہاری ذات سے بعید اور تعجب انگیز فعل نہ

ہوگا، تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی میرے ابن عم مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو، وہ فریب خوردہ ہے جو تمہارے فریب میں آگیا، تم نے اپنے فعل سے اپنا حصہ ضائع کر دیا، جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ گویا اپنی ذات سے عہد توڑتا ہے، عنقریب خدا مجھ کو تمہاری امداد سے بے نیاز کر دے گا، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[۱]

یہ تقریر سن کر حر نے کہا کہ میں آپ کو خدا کو یاد دلاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اگر آپ نے جنگ کی تو قتل کر دیئے جائیں گے حضرت حسینؓ نے فرمایا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو کیا تمہاری شقاوت اس حد تک پہنچ جائے گی کہ تم مجھے قتل کر دو گے میں نہیں سمجھتا تمہارے اس کہنے پر تم کو اس کے سوا اور کیا جواب دوں جو اوسی کے چچازاد بھائی نے اوسی کو اس وقت دیا تھا، جب اوسی نے انہیں قتل

۱۔(ابن اثیر:۴/ ۴۰،۴۱)

ہونے سے ڈرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دینے سے روکا تھا کہ تم رسول اللہ کی امداد کے لئے نکلو گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے اس پر انہوں نے یہ جواب دیا۔

سامضیٰ وما بالموت عار علی الفتی اذا مانوی خیرا رجاھد مسلما

میں عنقریب روانہ ہوتا ہوں اور موت جوانمرد کے لئے عار نہیں ہے جب کہ اس کی نیت نیک ہو اور مسلمان کی طرح جہاد کرے۔

حر نے یہ جواب سنا تو الگ ہٹ کے چلنے لگا۔

قیس بن مسہر کا قتل

عذیب الہجانات پہنچ کر حضرت حسینؓ کو چار انصار ملے، جو طرماح بن عدی کی رہنمائی میں کوفہ کی خبریں لئے ہوئے آرہے تھے حر نے کہا یہ لوگ کوفہ کے باشندے ہیں اس لئے انہیں روک لوں گا یا لوٹا دوں گا، حضرت حسینؓ نے فرمایا یہ میرے انصار ہیں اور ان لوگوں کے برابر ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں، اس لئے اپنی ذات

کی طرح ان کی حفاظت بھی کروں گا اور اگر تم اپنے عہد و پیمان پر قائم نہ رہے تو جنگ کروں گا، یہ عزم سن کر حر رک گیا اور حضرت حسینؓ نے کوفیوں سے پوچھا کہ اہل کوفہ کا کیا حال ہے؟ مجمع بن عدی نے کہا، اشراف کوفہ کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں، ان کی ہتھیلیاں روپیوں سے بھر دی گئی ہیں، اس لئے وہ سب آپ کے خلاف متحد اور مشتعل ہو رہے ہیں، البتہ عوام کے دل آپ کی طرف مائل ہیں، لیکن کل ان کی تلواریں بھی آپ کے خلاف کھنچی ہوں گی ، یہ حال سن کر آپ نے قاصد قیس بن مسہر کا حال پوچھا، معلوم ہوا قتل کر دیئے گئے، قیس کے قتل کی خبر سن کر آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے اور آپ کے رخسار مبارک پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں اور زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

فَمِنۡهُم مَّن قَضَىٰ نَحۡبَهُۥ وَمِنۡهُم مَّن يَنتَظِرُۖ وَمَا بَدَّلُوا

تَبۡدِیۡلًا ۔ [1]

مسلمانوں میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی منت پوری کی (یعنی شہید ہوئے) اور بعض ان میں سے ایسے ہیں جو شہادت کے منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی ردو بدل نہ کیا۔

پھر قیس کیلئے دعا فرمائی کہ خدایا ہم کو اور ان لوگوں کو جنت عطا فرما اور اپنے رحمت کے مستقر میں ہمارے اور ان کیلئے اپنے لئے اپنے ذخیرہ ثواب کا بہترین حصہ جمع فرما۔ [2]

طرماح بن عدی کا اپنے وطن چلنے کی دعوت دینا

حضرت حسینؓ کا یہ تاثر دیکھ کر طرماح بن عدی نے کہا، آپ کے ساتھ کوئی بڑی جماعت بھی نہیں ہے، اتنے آدمیوں کے لئے تو یہی

۱۔(الاحزاب:۲۳)

۲۔(ابن اثیر:۴/۴۱)

لوگ کافی ہیں جو آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں (حر کا دستہ) میں نے کوفہ سے روانگی کے وقت وہاں انسانوں کا اتنا بڑا ہجوم دیکھا کہ اس سے پہلے ایک میدان میں کبھی نہ دیکھا تھا اور یہ انبوہ عظیم آپ کے مقابلہ میں بھیجنے کے لئے جمع کیا گیا تھا، اس لئے میں آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہوں کہ اگر آپ کے امکان میں ہو تو اب آپ ایک بالشت بھی آگے نہ بڑھیے اگر آپ ایسے مقام پر جانا چاہتے ہیں، جہاں کے لوگ اس وقت تک آپ کی حفاظت کریں، جب تک آپ کی کوئی صحیح رائے قائم نہ ہو جائے اور جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں اس کے متعلق کوئی آخری فیصلہ نہ کرلیں تو ہمارے ساتھ چل کر ہمارے پہاڑ کے دامن میں قیام کیجئے، خدا کی قسم یہ پہاڑ ایسا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہم نے سلاطین غسان وحمیر، نعمان بن منذر اور تمام ابیض واحمر کو روکا ہے خدا کی قسم جو ہمارے یہاں آیا کبھی ذلیل نہیں ہوا، چلئے میں آپ کو ساتھ لے چل کر وہاں ٹھہراتا

ہوں، وہاں سے آپ باجہ و سلمی قبائل طے کو بلا بھیجئے وہ دس دن کے اندر اندر پیادوں اور سواروں کا ہجوم کر دیں گے، پھر جب تک آپ کا دل چاہے قیام کیجئے، اگر وہاں کوئی ہنگامی حادثہ پیش آیا تو بیس ہزار طائی آپ کی مدد کریں گے جو آپ کے سامنے اپنی تلواروں کے جوہر دکھائیں گے اور کوئی شخص آپ کے قریب نہ پہنچنے پائے گا حضرت حسینؓ نے ان کی دعوت کے جواب میں ان کا شکریہ ادا کیا کہ خدا تم کو اور تمہاری قوم کو جزائے خیر دے ہم میں اور ان لوگوں میں عہد ہو چکا ہے، اس عہد کی رو سے اب ہم نہیں لوٹ سکتے ہم کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارے اور ان کے معاملات کیا صورت اختیار کریں گے، یہ جواب سن کر طرماح دوبارہ امداد کے لئے آنے کا وعدہ کر کے بال بچوں سے ملنے کے لئے گھر چلے گئے اور حسب وعدہ واپس بھی ہوئے مگر حضرت حسینؓ کی شہادت اس قدر جلد

ہوگئی کہ طرماں کو آتے ہوئے راستہ میں اس کی خبر ملی۔ (۱)

قصر بنی مقاتل کی منزل اور خواب

عذیب الہجانات سے بڑھ کر قصر بنی مقاتل میں قافلہ اترا یہاں ایک خیمہ نصب تھا، حضرت حسینؓ نے پوچھا کس کا خیمہ ہے، معلوم ہوا عبید اللہ ابن حر جعفی! فرمایا، انہیں بلا لاؤ، انہوں نے انا للہ وانا لیہ راجعون پڑھ کر جواب دیا، میں صرف اسی لئے کوفہ سے چلا آیا تھا کہ اپنی موجودگی میں وہاں حسینؓ کا آنا پسند نہ کرتا تھا، اس لئے اب میں ان کا سامنا کرنا نہیں چاہتا، آدمی نے آکر حضرت حسینؓ کو یہ جواب سنا دیا اسے سن کر حضرت حسینؓ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی مدد کے لئے کہا، لیکن عبید اللہ نے آپ کو بھی وہی جواب دیا جو پہلے آدمی کو دے چکے تھے، حضرت حسینؓ نے فرمایا اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو کم از کم خدا کا خوف کر کے مجھ سے

۱۔ (ابن اثیر: ۴/ ۴۱، ۴۲)

لڑنے والے زمرہ میں تو شامل نہ ہو، عبید اللہ نے کہا انشاء اللہ ایسا نہ ہوگا، اس کے بعد حضرت حسینؓ اپنی فرودگاہ پر لوٹ آئے، تھوڑی رات گئے آنکھ لگ گئی تھی کہ پھر آپ انا اللہ وانا الیہ راجعون اور الحمد اللہ رب العالمین پڑھتے ہوئے بیدار ہو گئے، آپ کے صاحبزادہ زین العابدینؓ نے پوچھا، ابا آپ نے الحمد اللہ وانا اللہ کیوں پڑھا؟ فرمایا میری آنکھ لگ گئی تھی کہ میں نے خواب میں ایک سوار دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ قوم جا رہی ہے اور موت اس کی طرف بڑھ رہی ہے، یہ خواب ہماری موت کی خبر ہے، شیر دل صاحبزادے نے جواب دیا، ابا خدا آپ کو برے وقت سے بچائے کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا خدا میری جانب سے تم کو اس کی جزائے خیر دے اس خواب کی صبح کو یہاں سے کوچ کا حکم دیا۔

حر کے نام ابن زیاد کا فرمان

قصر بنی مقاتل سے چل کر قافلہ نینوا میں اترا، حر ساتھ تھا، یہاں

اس کو ابن زیاد کا فرمان ملا کہ میرے خط کے دیکھتے ہی حسینؓ کو گھیر کر ایسے چٹیل میدان میں لاکر اتارو جہاں کوئی قلعہ اور پانی کا چشمہ وغیرہ نہ ہو، حر نے یہ فرمان حضرت حسینؓ کو سنا دیا اور انہیں اسی قسم کے میدان کی طرف لیجانا چاہا، حسینی لشکر والوں نے کہا ہم کو چھوڑ دو، ہم اپنی مرضی سے نینویٰ، غاضریہ یا شقیقہ میں خیمہ زن ہوں گے، حر نے کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے کیوں کہ ہمارے ساتھ جاسوس لگا ہوا ہے ،اس پر زہیر بن قین نے کہا، یا ابن رسول اللہ آئندہ جو وقت آئے گا وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا، ابھی لڑنا آسان ہے اس دستہ کے بعد جو فوجیں آئیں گی ان کا مقابلہ ہم نہ کر سکیں گے؛ لیکن خیر خواہ امت نے جواب دیا میں اپنی طرف سے لڑائی کی ابتدا نہ کروں گا، زہیر نے کہا اچھا کم از کم اتنا کیجئے کہ سامنے والے قریہ میں منزل کیجئے وہاں فرات کا ساحل ہے، گاؤں بھی مضبوط و مستحکم ہے اگر یہ لوگ وہاں جانے سے مزاحم ہوں گے تو ہم ان کا مقابلہ کر لیں گے

؛ کیوں کہ ان سے لڑنا بعد کے آنے والوں کے مقابلہ میں آسان ہے، حضرت حسینؓ نے گاؤں کا نام پوچھا؟ معلوم ہوا، عقر، خدایا میں تجھ سے اور عقر (ذبح کرنا) سے پناہ مانگتا ہوں غرض پنجشنبہ ۲ محرم ۶۱ھ کو نینویٰ کے میدان کرب وبلا میں قافلہ خیمہ زن ہوا۔ [۱]

عمر بن سعد کے سامنے رے کے حکومت کا پیش کیا جانا

ادھر اہلبیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غریب الوطن قافلہ نینویٰ کے میدان میں پڑا تھا، دوسری طرف کوفہ میں ان چند نفوس کے لئے بڑی زبردست تیاریاں ہورہی تھیں، اسی زمانہ میں دیلمیوں نے دستبی پر حملہ کرکے قبضہ کرلیا تھا، اس لئے عمر بن سعد رے کا حاکم بنا کر دیالمہ کی سرکوبی پر مامور کیا گیا تھا اور وہ فوجیں لیکر حرام اعین تک پہنچ گیا

۱۔ (ابن اثیر: ۲/ ۴۳، ۴۴)

تھا کہ اسی دوران حضرت حسینؓ کے مقابلہ کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت پیش آئی جوان کا مقابلہ کر سکے، ابن زیاد نے اس کام کے لئے ابن سعد کو بلا بھیجا اور کہا حسینؓ کا مقابلہ سب سے مقدم ہے، پہلے ان سے نپٹ لو پھر عہدہ پر واپس جانا، عمر بن سعد نے کہا خدا امیر پر رحم کرے مجھ کو اس خدمت سے معاف رکھا جائے، ابن زیاد نے کہا اگر تم کو اس سے عذر ہے تو رے کی حکومت نہ ملے گی، اس دھمکی پر ابن سعد نے اس مسئلہ پر غور کرنے کی مہلت مانگی، ابن زیاد نے مہلت دی اور ابن سعد نے اپنے ہوا خواہوں سے اس بارہ میں مشورہ لینا شروع کیا، ظاہر ہے کہ حسینؓ کے خون کا بار اٹھانے کی تائید کون کر سکتا تھا؛ چنانچہ سب نے اس کی مخالفت کی ان کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے آکر کہا، ماموں! میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ آپ حسینؓ کے مقابلہ میں جا کر خدا کا گناہ اپنے سر نہ لیجئے، اور قطع رحم نہ کیجئے، (عمر کے والد حضرت سعد

بن وقاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ کے ماموں تھے اس لحاظ سے عمر حضرت حسینؓ کا عزیز تھا) خدا کی قسم اگر آپ کی دنیا آپ کا مال آپ کی حکومت سب ہاتھوں سے نکل جائے تو وہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ آپ خدا سے ملئے اور آپ کے ہاتھ حسینؓ کے خون بے گناہی سے آلودہ ہوں، ابن سعد نے کہا انشاء اللہ تمہارے مشورہ پر عمل کروں گا۔

عمار بن عبداللہ بن یسار اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ابن سعد کو حسینؓ کے مقابلہ کے لئے جانے کا حکم ملنے کے بعد میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ امیر نے مجھے حسینؓ کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا تھا، مگر میں نے انکار کر دیا، عبداللہ نے کہا خدا تم کو نیک ہدایت دے، تم کبھی ایسا نہ کرنا اور ہرگز نہ جانا، یہ کہہ کر عبداللہ چلے آئے، اس کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ ابن سعد جانے کی تیاریاں کر رہا ہے تو یہ دوبارہ گئے مگر

اس مرتبہ ابن سعد نے ان کو دیکھ کر منہ پھیر لیا، عبداللہ اس کا عندیہ سمجھ کر واپس چلے آئے، اس فیصلہ کے بعد ابن سعد ابن زیاد کے پاس گیا اور کہا کہ آپ نے یہ خدمت میرے سپرد کی ہے، اور حکومت کا فرمان بھی لکھ چکے ہیں، اس لئے اس کا انتظام بھی کر دیجئے اور حسینؓ کے مقابلہ میں میرے ساتھ کوفہ کے فلاں فلاں اشراف کو بھیجئے، ابن زیاد نے کہا تم کو مجھے اشراف کوفہ کے نام بتانے کی ضرورت نہیں میں اپنے ارادہ میں تمہارے احکام کا پابند نہیں ہوسکتا کہ تمہاری رائے سے فوج کا انتخاب کروں اگر تم کو جانا ہے تو میری فوج کے ساتھ جاؤ ورنہ حکومت کا فرمان واپس کر دو، جب ابن سعد نے دیکھا کہ ابن زیاد اس کا یہ کہنا بھی نہیں مانتا تو چاروناچار اسی فوج کے ساتھ جانے پر آمادہ ہوگیا۔ [1]

عمر بن سعد کی آمد

۱۔(طبری:۷/۳۰۸،۳۰۹)

غرض تیسری محرم ۶۱ ھ کو چار ہزار فوج کے ساتھ ابن سعد نینویٰ پہنچا اور عزرہ بن قیس احمسی کو حضرت حسینؓ کے پاس ان کے آنے کا سبب پوچھنے کیلئے بھیجنا چاہا کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں، لیکن عزرہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت حسینؓ کو بلانے کے خطوط لکھے تھے اس لئے اب اس کو یہ پوچھنے کے لئے جاتے ہوئے غیرت معلوم ہوئی اس لئے انکار کردیا، اس کے انکار پر دوسرے لوگوں کے سامنے یہ خدمت پیش کی گئی، لیکن مشکل یہ تھی کہ جس کا نام لیا جاتا تھا وہ حضرت حسینؓ کے بلانے والوں میں نکلتا تھا، اس لئے کوئی آمادہ نہ ہوتا تھا، آخر میں ایک جری شخص کثیر بن عبداللہ شعبی نے کھڑے ہوکر کہا کہ میں جاؤں گا اگر ان کے ساتھ کچھ اور مقصد ہوتو وہ بھی پورا کرنے کو تیار ہوں، ابن سعد نے کہا میں اور کچھ نہیں چاہتا، ان سے جا کر صرف اتنا پوچھو کہ وہ کس لئے آئے ہیں؟ چنانچہ کثیر یہ پیام لیکر گیا، ابو ثمامہ صائدی نے

حضرت حسینؓ کو اطلاع دی کہ ابو عبداللہ آپ کے پاس روئے زمین کا شریر ترین اور خونریز ترین شخص آرہا ہے، پھر کثیر بن عبداللہ سے کہا کہ تلوار علیحدہ رکھ کر حسینؓ سے ملاقات کرو، کثیر نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا، میں قاصد ہوں، پیام لایا ہوں، اگر تم سننا چاہو تو پیام پہنچادوں گا، ورنہ واپس چلا جاؤں گا، ابو ثمامہ نے کہا اچھا اگر تلوار نہیں رکھتے تو میں تمہاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں گا، تم حسینؓ کے ساتھ گفتگو کرلینا، کثیر نے کہا یہ بھی نہیں ہوسکتا تم قبضہ بھی نہیں چھو سکتے، ابو ثمامہ نے کہا اچھا تم مجھے پیام بتادو میں جاکر حسینؓ کو پہنچادوں گا، کثیر اس پر بھی آمادہ نہ ہوا اور بلا پیام پہنچائے ہوئے لوٹ گیا اس کی واپسی کے بعد ابن سعد نے قرہ بن سعد حنظلی کو بھیجا یہ سنجیدہ اور سلجھے ہوئے آدمی تھے، انہوں نے جاکر سلام کے بعد ابن سعد کا پیام پہنچایا، حضرت حسینؓ نے جواب دیا کہ تمہارے شہر والوں نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے،

اب اگر تم لوگ میرا آنا ناپسند کرتے ہو تو میں لوٹ جاؤں، قرہ نے جاکر ابن سعد کو یہ جواب سنا دیا، جواب سن کر اس نے اطمینان کی سانس لی اور کہا امید ہے کہ اب خدا مجھ کو حسینؓ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچالے گا اور اپنا سوال اور حسینؓ کا جواب لکھ کر بھیج دیا، لیکن کاتب ازل اس کا نامہ اعمال سیاہ کر چکا تھا، اس لئے ابن سعد کی اس مصالحانہ تحریر کے بعد بھی اس نے صلح و مسالمت کی روش اختیار نہ کی اور ابن سعد کو جواب لکھا کہ تمہارا خط ملا، تم نے جو کچھ لکھا میں سمجھا تم حسینؓ اور ان کے کل ساتھیوں سے یزید کی بیعت لے لو جب وہ بیعت کرلیں گے اس وقت پھر دیکھا جائے گا، ابن سعد کو یہ تحریر ملی تو بولا، معلوم ہوتا ہے ابن زیاد امن عافیت نہیں چاہتا۔

پانی کی بندش

اس کے بعد ہی دوسرا حکم پہنچا کہ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کردو، جس طرح تقی زکی اور مظلوم امیر المومنین عثمانؓ کے ساتھ کیا

گیا تھا اوران سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کرو، بیعت کے بعد پھر میں ان کے بارہ میں غور کروں گا، اس حکم پر ابن سعد نے پانچ سو سواروں کا ایک دستہ فرات پر پانی روکنے کے لئے متعین کر دیا، اس دستہ نے ساتویں محرم سے پانی روک دیا، عبداللہ ابن ابی حصین شامی نے امام حسینؓ سے مخاطب ہو کر کہا حسینؓ پانی دیکھتے ہو کیسا آسمان کے جگر جیسا جھلک رہا ہے؛ لیکن خدا کی قسم تم کو ایک قطرہ بھی نہیں مل سکتا، تم اسی طرح پیاسے مرو گے، آپ نے فرمایا خدایا، اس کو پیاسا مار اور اس کی کبھی مغفرت نہ فرما۔ (۱)

جب حسینی لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا تو حضرت حسینؓ نے اپنے سوتیلے بھائی عباسؓ بن علیؓ کو ۳۰ سوار اور ۲۰ پیدل کے ساتھ پانی لینے کو بھیجا، یہ چشمے پر پہنچے تو عمرو بن حجاج مزاحم ہوا، لیکن عباسؓ نے مقابلہ کر کے ہٹا دیا اور پیادوں نے ریلا کر کے مشکیں بھر لیں اور عباسؓ

۱۔ (طبری ایضا: ۳۱۲)

نے انہیں کھڑے کھڑے لشکر میں بھجوا دیا۔

حضرت حسینؓ اور عمر بن سعد

اس کے بعد حضرت حسینؓ نے ابن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ میں رات کو کسی وقت اپنے اور تمہارے لشکر کے درمیان تم سے ملنا چاہتا ہوں، آپ کی اس خواہش پر ابن سعد بیس آدمیوں کو لیکر موجودہ مقام پر ملنے کیلئے آیا حضرت حسینؓ کے ساتھ بھی بیس آدمی آئے تھے، لیکن آپ نے انہیں علیحدہ کر دیا، آپ کی تقلید میں ابن سعد نے بھی اپنے آدمی ہٹا دیئے اور دونوں میں رات کی تنہائی میں بڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی یہ گفتگو کیا تھی اس کا صحیح علم کسی کو نہیں، لوگوں نے مختلف قیاسات لگائے ہیں بعض راویوں کا بیان ہے کہ حضرت حسینؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم دونوں اپنی اپنی فوجیں یہیں چھوڑ کر یزید کے پاس چلے چلیں ابن سعد نے کہا میرا گھر گرا دیا جائے گا فرمایا میں بنوا دوں گا، ابن سعد نے کہا میری جائداد ضبط کر لی جائے

گی، فرمایا میں اس سے بہتر جائداد دونگا، لیکن ابن سعد کسی قیمت پر ساتھ جانے کے لئے آمادہ نہ ہوا، دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میں جہاں سے آیا ہوں واپس جانے دو، یا یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے دو، پھر اس کے بعد وہ خود کوئی فیصلہ کریگا، یا کسی سرحدی مقام پر بھیج دو۔ [۱]

پہلی روایت تو خیر قابل قیاس ہے، اس لئے صحیح سمجھی جاسکتی ہے، لیکن دوسری روایت راویۃ اور درایۃ دونوں حیثیتوں سے کمزور ہے اور نا قابل اعتبار ہے، اس کی روایتی حیثیت یہ ہے کہ اس روایت کا ایک راوی مجالد بن سعید محدثین کے نزدیک پایۂ اعتبار سے ساقط ہے، حافظ ذہبی اور ابن حجر دونوں نے اس پر جرح کی ہے۔ [۲]

اس کے علاوہ عقبہ بن سمعان کا بیان ہے کہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک برابر حضرت حسینؓ کے ساتھ رہا اور شہادت تک ان

۱۔(طبری:۱۲، ۳۱۴ ،۳)

۲۔(میزان الاعتدال:۳/ ۸، تہذیب التہذیب:۱/ ۳۹)

سے جدا نہ رہا، مگر آپ نے مدینہ میں مکہ میں راستہ میں عراق میں لشکر گاہ میں غرض شہادت تک کہیں بھی کسی گفتگو میں کوئی ایسا خیال ظاہر نہیں فرمایا، جس سے ظاہر ہوتا کہ آپ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے یا کسی سرحدی مقام پر نکل جانے کے لئے آمادہ تھے، آپ نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو، خدا کی زمین بہت وسیع ہے کہیں چلا جاؤنگا جب تک لوگ کوئی فیصلہ نہ کرلیں۔

درایتی حیثیت یہ ہے کہ ابن زیاد کا تو یہی حکم تھا کہ اگر حسینؓ بیعت کرلیں تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور ابن سعد بھی دل سے یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح جنگ کی نوبت نہ آنے پائے؛ چنانچہ اس نے اسے ٹالنے کی پوری کوشش کی تھی اور ابن زیاد کو لکھا تھا کہ حسینؓ واپس جانے پر آمادہ ہیں، لیکن ابن زیاد نے جواب دیا تھا کہ اب وہ بغیر بیعت کے واپس نہیں جاسکتے بیعت کے بعد پھر دیکھا جائے گا یہ جواب سن کر ابن سعد نے کہا تھا یہ امن و عافیت نہیں چاہتا، اس

لئے حضرت حسینؓ کے بیعت پر آمادہ ہو جانے کے بعد ابن سعد کا اس کو نا منظور کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ابن زیاد کا تہدیدی فرمان

ابن سعد گو دنیاوی جاہ و حشم کی طمع میں حضرت حسینؓ سے لڑنے پر آمادہ ہو گیا تھا پھر بھی متعدد وجوہ سے اس کا دل اب تک برابر ملامت کر رہا تھا، حضرت حسینؓ کی ذات گرامی وہ تھی کہ قرابت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے غیر متعلق اور بیگانہ اشخاص بھی مشکل سے آپ کے ساتھ کسی بدسلوکی کی جرأت کر سکتے تھے اور ابن سعد تو آپ کا عزیز بھی تھا اس لئے نینویٰ آنے کے بعد بھی وہ برابر جنگ ٹالتا رہا کہ شاید اس طرح اس گناہ عظیم سے بچنے کی کوئی صورت نکل آئے، ابن زیاد نے اس ڈھیل کو محسوس کیا تو آخر میں نہایت سخت فرمان بھیجا کہ میں نے تم کو اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم ڈھیل دیتے رہو، دن بڑھاتے چلے جاؤ اور حسینؓ کے سفارشی بن کر ان کی بقا اور

ان کی سلامتی کی تمنا کرو، تم حسینؓ اور ان کے ساتھیوں سے میرا حکم ماننے کے لئے کہو اگر مان جائیں تو سب کو ہمارے پاس بھیج دو، ورنہ فوراً حملہ کردو، کہ دو سرکش اور جھگڑنے والے ہیں اور اگر یہ کام تم سے نہ ہو سکے تو فوج ذی الجوشن کے حوالہ کر کے تم الگ ہو جاؤ، ہم نے جو حکم دیا ہے اسے وہ پورا کریں گے۔ [۱]

ابن زیاد نے یہ فرمان شمر ذی الجوشن اور عبداللہ بن ابی المحل کے ذریعہ سے ابن سعد کے پاس بھجوایا تھا، عبداللہ کی پھوپھی ام البنین حضرت علیؓ کو بیاہی تھیں، اور عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان ان ہی کے بطن سے تھے، اس لئے عبداللہ نے اسے اپنے غلام کرمان کے ہاتھ عباس وغیرہ کے پاس بھجوادیا، غلام نے انہیں لیجا کر دیا کہ تمہارے ماموں نے یہ امان نامہ دیا ہے اس پر غیور باحمیت بھانجوں نے جواب دیا کہ ماموں سے جا کر سلام کہنا اور کہنا امان

۱۔(تاریخ طبری:۷/۳۱۶)

نامہ پہنچا، لیکن ہمیں امان کی ضرورت نہیں، خدا کی امان ابن سمیہ (ابن زیاد) کی امان سے بہتر ہے۔[۱]

سعد کا آخری فیصلہ

شمر نے ابن زیاد کا یہ فرمان لاکر ابن سعد کو دیا تو وہ پڑھ کر بہت برہم ہوا اور کہا تمہارا برا ہو اور جو چیز تم میرے پاس لائے ہو، خدا اس کا برا کرے خدا کی قسم معلوم ہوتا ہے کہ میں نے ابن زیاد کو جو کچھ لکھا تھا اس کے قبول کرنے سے تم ہی نے اس کو روک کر ہمارا کام بگاڑا ہے، ہم کو امید تھی کہ صلح کی کوئی صورت نکل آئے گی، حسینؓ کے پہلو میں ایک خوددار دل ہے اس لئے وہ کبھی اس کے سامنے نہ جھکیں گے، شمر ابن سعد کی یہ باتیں سن کر بولا، بتاؤ اب تم کیا کرتے ہو؟ امیر کے حکم کی تعمیل کر کے ان کے دشمنوں کو قتل کرو گے یا نہیں؟ اگر قتل نہیں کرتے تو فوج میرے حوالہ کردو، ابن سعد کے ضمیر اور نفس

۱۔(تاریخ طبری:۷/۳۱۶)

میں اب بھی کشمکش جاری تھی ؛ لیکن رے کی حکومت نہیں چھوڑی جاتی تھی اس لئے نفس وضمیر کی کشمکش میں بالآخر نفس غالب آ گیا اور وہ اس بارِ عظیم کو اٹھانے کے لئے آمادہ ہو گیا اور شمر سے کہا کہ میں خود اس کام کو کروں گا تم پیدل کی نگرانی کرو۔ [۱]

۹ محرم ۶۱ ھ کو جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں آغاز جنگ سے پہلے شمر نے حسینی فوج کے پاس جا کر ایک مرتبہ پھر عباسؓ کے بھائیوں کو سمجھایا کہ بنی اخت میں تم کو امان دیتا ہوں ؛ لیکن اس مرتبہ غیرت مند نوجوانوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جواب دیا کہ تجھ پر اور تیری امان پر خدا کی لعنت ہو اگر تو ہمارا ماموں ہوتا تو ہم کو امان دیتا اور ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیتا۔ [۲]

ایک شب کی اجازت

۱۔(ابن اثیر:۴/۴۷)

۲۔(ابن اثیر:۴/۴۷)

اسی تاریخ کو عصر کے وقت ابن سعد کچھ لوگوں کو ساتھ لئے ہوئے حضرت حسینؓ کی فرودگاہ پر آپ سے ملنے آیا، آپ نے ملاقات کے لئے نکلنے کا عزم کیا؛ لیکن عباسؓ نے روکا کہ آپ تکلیف نہ کیجئے میں جاتا ہوں، حضرت حسینؓ نے فرمایا، اچھا تم ہی جاؤ مگر یہ پوچھ لینا کہ یہ لوگ کیوں آئے ہیں؛ چنانچہ عباسؓ جاکر ان سے ملے اور آنے کا مقصد پوچھا، فوجیوں نے جواب دیا کہ امیر فلاں فلاں مقصد سے آئے ہیں غالباً اس سے آغاز جنگ کی طرف اشارہ تھا؛ کیونکہ عباسؓ نے انہیں جواب دیا کہ ''اچھا ابھی جلدی نہ کرو، میں امام کو تمہارے آنے کا مقصد بتادوں؛ چنانچہ انہوں نے حضرت حسینؓ کو اس کی خبر کی آپ نے فرمایا، اچھا آج رات بھر کی اور مہلت لے لو تاکہ اس آخری رات کو اچھی طرح نمازیں پڑھ لیں، دعائیں مانگ لیں اور توبہ واستغفار کرلیں، خدا خوب جانتا ہے کہ مجھ کو نماز، اس کی کتاب کی تلاوت اور دعا اور استغفار سے

کتنا دلی تعلق ہے، عباسؓ نے جا کر ابن سعد کے دستہ سے کہا کہ آج تم لوگ لوٹ جاؤ، رات کو ہم اس معاملہ پر غور کریں گے اور جو کچھ فیصلہ ہوگا صبح جواب دیں گے، ابن سعد نے شمر سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا آپ امیر ہیں آپ جانیں شمر کے بعد پھر اور لوگوں سے رائے لی سب نے مہلت دینے کی رائے دی اور ابن سعد اس دن لوٹ گیا ان لوگوں کی واپسی کے بعد امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے حسب ذیل خطبہ دیا:

خطبہ

میں خدا کا بہترین ثنا خواں ہوں اور مصیبت اور راحت ہر حال میں اس کا شکر گزار ہوں، خدایا میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہم لوگوں کو نبوت سے سرفراز کیا اور ہمیں گوش شنوا، دیدہ بینا اور دل آشنا دیا، ہم کو قرآن سکھایا اور دین میں فہم عطا کی اب ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرما، اما بعد مجھے کسی کے ساتھی اپنے ساتھیوں سے

زیادہ وفادار اور کسی کے اہل اپنے اہل بیت سے زیادہ نیکو کار اور صلہ رحمی کرنے والا کوئی دوسرا گھرانا نہیں معلوم ہوتا، خدا تم لوگوں کو ہماری جانب سے جزائے خیر دے میں ان دشمنوں کی وجہ سے آج کا دن کل ہی کا دن سمجھ رہا ہوں اس لئے میں تم لوگوں کو بخوشی واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں، میری طرف سے کوئی ملامت نہ ہوگی، رات ہو چکی ہے، ایک ایک اونٹ لے لو اور ایک ایک آدمی میرے ایک ایک اہل بیت کا ہاتھ پکڑ کے ساتھ لیے لے، خدا تم سب کو جزائے خیر دے تم لوگ اپنے شہروں اور دیہاتوں میں چلے جاؤ یہاں تک کہ خدا یہ مصیبت آسان کر دے، یہ اس لے کہہ رہا ہوں کہ لوگ مجھ ہی کو ڈھونڈھیں گے میرے بعد کسی کی تلاش نہ ہوگی۔

جانثاروں کی تقریریں

اس تقریر پر تمام اعزہ نے یک زبان ہو کر جواب دیا کیا ہم صرف

اس لئے چلے جائیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہم کو یہ دن نہ دکھائے، اس جواب پر حضرت حسینؓ نے بنو عقیل سے فرمایا کہ مسلمؓ کا قتل تمہارے لئے بہت ہو چکا ہے اس لئے تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم لوگ لوٹ جاؤ؛ لیکن باحمیت بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے؟ کیا یہ کہیں گے کہ اپنے سردار، اپنے آقا اور ابن عم کو چھوڑ آئے ان کے لئے ایک تیر بھی نہ چلایا، ایک نیزہ بھی نہ مارا، تلوار کا ایک وار بھی نہ کیا اور معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہو؟ خدا کی قسم ہم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے، ہم لوگ جان و مال اور اہل و عیال سب آپ کے اوپر سے فدا کر دیں گے، آپ کے ساتھ لڑیں گے، جو انجام آپ کا ہوگا وہی ہمارا بھی ہوگا، آپ کے بعد جینا بے کار ہے۔

بنو عقیل کے بعد مسلم بن عوسجہ اسدی نے اٹھ کر کہا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور خدا کے سامنے آپ کے ادائے حق کا عذر نہ

کریں؟ خدا کی قسم میں اس وقت تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا جب تک دشمنون کے سینوں میں نیزہ نہ توڑلوں اور تلوار نہ چلالوں، خدا کی قسم اگر میرے پاس اسلحہ بھی نہ ہوتا تو دشمنوں سے پتھر مار مار کر لڑتا اور آپ کے اوپر سے فدا ہو جاتا۔ [۱]

مسلم بن عوسجہ کے بعد سعد بن عبداللہ حنفی نے اٹھ کر تقریر کی کہ خدا کی قسم ہم اس وقت تک آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے، جب تک خدا کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی آپ کا فرمان ملحوظ رکھا، اگر مجھ کو یہ بھی یقین ہوتا کہ میں ستر مرتبہ قتل کیا جاؤں گا اور ہر مرتبہ زندہ کر کے آگ میں جلا کر میری خاک اڑادی جائے گی تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑتا تا آنکہ اپنے کو موت کے حوالہ کر دیتا نہ کہ ایسی صورت میں جبکہ معلوم ہے کہ مرنا ایک ہی مرتبہ ہے اور اس موت میں ابدی عزت ہے۔

۱۔(یہ خطبہ اور جوابات ابن اثیر: ۴/ ۴۸،۴۹ سے ماخوذ ہیں)

سعد بن عبداللہ حنفی کے بعد زہیر بن قین اٹھ کر بولے، خدا کی قسم مجھے تمنا ہے کہ میں قتل ہوتا، پھر زندہ ہوتا، پھر قتل کیا جاتا، اسی طرح ہزار مرتبہ زندہ ہو ہو کر قتل کیا جاتا اور خدا اس قتل سے آپ کی ذات اور آپ کے اہل بیت کے نوجوانوں کو بچالیتا غرض اس طریقہ سے ہر جان نثار نے اپنی اپنی عقیدت اور جانثاری کا اظہار کیا۔[۱]

شب عاشورہ

جمعرات کا دن گزرنے کے بعد عاشورہ کی وہ تاریک رات نمودار ہوئی جس کی صبح کو میدان کربلا میں قیامت بپا ہونے والی تھی درمیان میں صرف ایک ہی رات رہ گئی تھی جس میں حضرت حسینؓ کو حجلۂ عبادت میں جمالِ حقیقت کے ساتھ راز و نیاز کرنا تھی اور اس کی راہ میں جان دینے کے لئے تیاریاں بھی کرنی تھی؛ چنانچہ آپ نے منتشر خیموں کو ایک جگہ ترتیب سے نصب کرایا، ان کی پشت پر

۱۔(تاریخ طبری:۷/ ۲۲۲، ۲۲۳)

خندق کھدوا کر آگ جلوادی کہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو سکیں اور ہتھیاروں کی صفائی کرائی جس وقت آپ کی تلوار صاف کی جارہی تھی، اس وقت آپ نے چند عبرتناک اشعار پڑھے آپ کی جان نثار بہن حضرت زینبؓ کو ان انتظامات سے ہونے والے واقعات کا کچھ اندازہ ہوگیا تھا، اور وہ حضرت حسینؓ کے پاس بدحواس دوڑتی ہوئی آئیں اور چیخ چیخ کر رونے لگیں کہ کاش آج موت میری زندگی کا خاتمہ کردیتی ہائے میری ماں فاطمہؓ میرے باپ علیؓ اور میرے بھائی حسنؓ میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا، بھیا ان گزرے ہوؤں کے جانشین اور ہم لوگوں کے محافظ اور ہمارا سہارا تم ہی ہو، بہن کو اس طرح مضطرو بے قرار دیکھ کر فرمایا زینب علم و وقار کو شیطان کے حوالہ نہ کرو؛ لیکن یہ وقت وقار وسکینہ کا نہ تھا، زینب بولیں بھائی! میں آپ پر سے قربان، آپ کے بدلہ میں اپنی جان دینا چاہتی ہوں، بہن کی یہ دلدوز اور محبت بھری باتیں سن کر بھائی کا

دل بھی بھر آیا اور آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے فرمایا زینب ذرا چین سے رہنے دو، یہ جواب سن کر زینبؓ نے منہ لپیٹ لیا اور ڈاڑھیں مار کر رونے لگیں کہ آپ کا اپنے کو مجھ سے الگ الگ رکھنا میرے دل کے ٹکڑے اڑائے دیتا ہے، یہ کہا اور چیخ مار کر بیہوش ہوگئیں، حضرت حسینؓ نے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے جب ہوش آیا تو صبر کی تلقین کی کہ زینبؓ خدا سے ڈرو اور خدا سے تسکین حاصل کرو، ایک نہ ایک دن سارے روئے زمین کے باشندے مرجائیں گے آسمان والوں میں بھی کوئی باقی نہ رہے گا آسمان وزمین کی تمام چیزیں فانی ہیں صرف ایک خدا کی ذات باقی رہے گی، میری ماں میرے باپ اور میرے بھائی سب مجھ سے بہتر تھے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات نمونہ ہے تم اسی نمونہ سے صبر و تسلی حاصل کرو، میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ اگر میں مرجاؤں تو اسوۂ رسول کے خلاف نہ کرنا، میری موت پر گریبان

نہ پھاڑنا، منہ نہ نوچنا، اور بین نہ کرنا، بہن کو صبر و شکر اور ضبط و تحمل کی تلقین کر کے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور حفاظت کے ضروری انتظامات کر کے صبح صادق تک سب لوگ نماز، دعا استغفار اور تضرع وزاری میں مصروف رہے۔[۱]

قیامت صغریٰ

شب عاشورہ ختم ہونے کے بعد صبح قیامت نمودار ہوئی جس میں تاریخ اسلام کا سب سے زیادہ دلدوز واقعہ پیش آنے والا تھا اور باختلافِ روایت جمعہ یا سنیچر کے دن بعد نماز فجر حسینی فوج لڑنے کے لئے تیار ہوگئی، یہ کوئی لشکر جرار نہ تھا؛ بلکہ بہتر (۷۲) جان نثاروں کی ایک مختصر جماعت تھی، جس کی ترتیب یہ تھی کہ میمنہ پر زہیر بن قین تھے اور میسرہ پر حبیب ابن مظہر، عباسؓ علمدار کے ہاتھوں میں حسینی علم تھا، ادھر یہ مٹھی بھر جان نثار تھے، دوسری طرف

۱۔(ابن اثیر:۴/ ۵)

چار ہزار شامی تھے، حضرت حسینؓ جب میدان جنگ میں جانے کے لئے رہوار پر سوار ہوئے تو قرآن سامنے رکھا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ ایزدی میں یہ دعا کی:

بارگاہ ایزدی میں دعا

خدایا تو ہر مصیبت میں میرا بھروسہ اور ہر تکلیف میں میرا آسرا ہے، مجھ پر جو وقت آئے ان میں تو ہی میرا پشت و پناہ تھا بہت سے غم واندوہ ایسے ہیں جن میں دل کمزور پڑ جاتا ہے، کامیابی کی تدبیریں کم ہو جاتی ہیں اور رہائی کی صورتیں گھٹ جاتی ہیں، دوست اس میں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور دشمن شماتت کرتے ہیں؛ لیکن میں نے اس قسم کے تمام نازک اوقات میں سب کو چھوڑ کر تیری طرف رجوع کیا تجھی سے اس کی شکایت کی تو نے ان مصائب کے بادل چھانٹ دیئے اوران کے مقابلہ میں میرا سہارا بنا تو ہی ہر نعمت کا ولی، ہر بھلائی کا مالک اور ہر آرزو اور خواہش کا منتہی ہے۔

آپ دعا سے فارغ ہوئے کہ شمر نے اس آگ کے شعلوں کو دیکھ کر جو خیموں کی پشت پر اس کی حفاظت کے لئے جلائی گئی تھی باآواز بلند کہا، حسین ؓ قیامت سے پہلے دنیا ہی میں آگ مل گئی، آپ نے جواب دیا تو اس میں جلنے کا زیادہ مستحق ہے، مسلم ابن عوسجہ نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ شمر زد میں ہے، ارشاد ہو تو تیر چلا کر اس کا خاتمہ کردوں فرمایا نہیں، میں اپنی جانب سے ابتدا کرنا نہیں چاہتا اور شامی فوج کے قریب جا کر بطور اتمام حجت کے فرمایا:

اتمام حجت

لوگو جلدی نہ کرو، پہلے میرا کہنا سن لو اور مجھ پر سمجھانے کا جو حق ہے اسے پورا کر لینے دو اور میرے آنے کا عذر بھی سن لو پھر اس کے بعد تمہیں اختیار ہے اگر میرا عذر قبول کر لو گے میرا کہنا سچ مانو گے اور انصاف سے کام لو گے تو خوش قسمت ہو گے اور تمہارے لئے میری مخالفت کی کوئی سبیل باقی نہ رہے گی اور اگر تم نے میرا عذر قبول

نہ کیا اور انصاف سے کام نہ لیا تو:

فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ۔ [۱]

پس تم اور تمہارے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرالو تا کہ تمہاری وہ بات تم میں سے کسی کے اوپر مخفی نہ رہے، تم میرے ساتھ جو کرنا چاہتے ہو کر ڈالو اور مجھے مہلت نہ دو،

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ۔ [۲]

میرا والی اللہ ہے، جس نے کتاب نازل کی اور وہی صالحین کا ولی ہوتا ہے۔

آپ کی بہنوں اور صاحبزادیوں نے یہ تقریر سنی تو خیمہ امامت میں ماتم بپا ہوگیا، ان کے رونے کی آوازیں سن کر آپ نے عباسؓ

۱۔(یونس:۷۱)

۲۔(الاعراف:۱۹۶)

اور علیؓ کو بھیجا کہ جا کر انہیں خاموش کر دو، میری عمر کی قسم ابھی ان کو بہت رونا ہے، بہنوں اور لڑکیوں کو خاموش کرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر آخری اتمامِ حجت کے لئے کوفیوں کے سامنے تقریر فرمائی کہ:

لوگو! میرے نسب پر غور کرو میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اپنے کو ملامت کرو، خیال کرو کہ میرا قتل اور میری آبروریزی تمہارے لئے زیبا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا لڑکا اور اس کے وصی، ابن عم، خدا پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اس کے رسول اور اس کی کتاب کی تصدیق کرنے والے کا ،فرزند نہیں ہوں؟ کیا سید الشہد احمزہؓ میرے باپ کے اور جعفر طیارؓ ذوالجناحین میرے چچا نہ تھے؟ کیا تم کو نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہوں گے، اگر میں سچ کہتا ہوں اور یقیناً سچ کہتا ہوں ؛ کیونکہ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹے پر

خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اس وقت سے میں عمداً جھوٹ نہیں بولا اور اگر مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو تم میں اس کے جاننے والے موجود ہیں، ان سے اس کی تصدیق کرلو، جابر بن عبداللہ انصاریؓ، ابو سعید خدریؓ، سہل بن احمد ساعدیؓ، زید بن ارقمؓ، انس بن مالکؓ ابھی زندہ ہیں ان سے پوچھو یہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا سنا ہے، مجھے بتاؤ کیا اس فرمان میں میری خون ریزی کیلئے کوئی روک نہیں۔

اس تقریر کے دوران میں شمر ذی الجوشن نے حضرت حسینؓ کے ایمان پر چوٹ کی، حبیب ابن مظاہر نے اس کا دندان شکن جواب دیکر کہا کہ امام جو کچھ فرماتے ہیں اس کو تو نہیں سمجھ سکتا؛ کیونکہ خدا نے تیرے قلب پر مہر لگا دی ہے، ذی الجوشن کے اعتراض اور حبیب کے جواب کے بعد جناب امام نے پھر تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

خیر اگر تم کو اس میں کچھ شک ہے تو اسے جانے دو لیکن کیا اس میں بھی کچھ شبہ ہے کہ میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں، خدا کی قسم آج مشرق سے لیکر مغرب تک روئے زمین پر تم میں اور کسی غیر قوم میں بھی میرے سوا کسی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ موجود نہیں ہے، میں خاص تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا ہوں، مجھے بتاؤ تم لوگ میرے خون کے کیوں خواستگار ہو، کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے؟ کسی کا مال ضائع کیا ہے؟ کسی کو زخمی کیا ہے، ان نصائح اور سوالات کو سن کر سب خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا، اس کے بعد آپ نے نام لے لے کر سوالات شروع کئے، اے شیث بن ربعی!، اے حجار بن اجبر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث کیا تم نے مجھ کو نہیں لکھا تھا، پھل پک چکے ہیں، کھجوریں سرسبز ہیں، دریا جوش میں ہیں فوجیں تیار ہیں، تم فوراً آؤ، ان لوگوں نے جواب دیا! ہم نے نہیں لکھا تھا، فرمایا سبحان اللہ، خدا کی قسم تم نے لکھا تھا، لوگو! اگر تم کو میرا

آنا ناگوار ہے تو مجھے چھوڑ دو تا کہ میں کسی پر امن خطہ کی طرف چلا جاؤں، اس پر قیس بن اشعث بولا، تم اپنے بنی عم کا کہنا کیوں نہیں مان لیتے، ان کی رائے تمہارے مخالف نہ ہوگی اور ان کی جانب سے کوئی ناپسندیدہ سلوک نہ ہوگا، حضرت حسینؓ نے فرمایا، کیوں نہیں، آخر تم بھی تو اپنے بھائی کے بھائی ہو، تم کیا چاہتے ہو کہ بنو ہاشم مسلم بن عقیلؓ کے خون کے علاوہ تم سے اور دوسرے خون کے بدلہ کا بھی مطالبہ کریں، خدا کی قسم میں ذلیل کی طرح اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دوں گا اور غلام کی طرح اس کا اقرار نہیں کروں گا۔ [1]

اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ۔ [2]

اور میں اپنے اور تمہارے رب سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم مجھ کو سنگسار

۱۔(طبری:۷/۳۲۹،۳۳۰)

۲۔(الدخان:۲۰)

کرو

إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۔ (۱)

میں اپنے اور تمہارے رب سے ہر مغرور و متکبر سے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا پناہ مانگتا ہوں۔

زہیر بن قیس کی تقریر

اس تقریر کے بعد آپ سواری بٹھا کر اتر پڑے اور شامی آپ کی طرف بڑھے ان کا ہجوم دیکھ کر زہیر بن قین نے شامیوں کے سامنے بڑی پر جوش تقریر کی:

اے اہل کوفہ خدا کے عذاب سے ڈرو، ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرے، ابھی تک ہم بھائی بھائی ہیں ایک مذہب اور ایک ملت کے ماننے والے ہیں جب تک

۱۔(غافر:۲۷)

ہمارے درمیان تلوار نہ اٹھ جائے اس وقت تک ہم کو تمہیں نصیحت کرنے کا حق ہے، جب آپس میں تلواریں اُٹھ جائیں گی تو ہمارا تمہارا رشتہ ٹوٹ جائے گا اور ہماری تمہاری جماعت الگ الگ ہوجائے گی، خدا نے ہم کو اور تم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے بارہ میں آزمائش میں مبتلا کیا ہے کہ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں میں تم کو ان کی امداد اور عبید اللہ بن زیاد کا ساتھ چھوڑنے کی دعوت دیتا ہوں، اس لئے کہ تم کو ان سے سوائے برائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا وہ تمہاری آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں گے، تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے، تمہارا مثلہ کریں گے تم کو کھجور کی شاخوں پر لٹکائیں گے، حجر بن عدی اور ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرح تمہارے ممتاز لوگوں کو بھی قتل کریں گے۔

زہیر بن قین کی یہ تقریر سن کر کوفیوں نے انہیں گالیاں دیں اور ابن زیاد کی تعریف کر کے بولے، خدا کی قسم ہم حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے

ساتھیوں کو قتل یا انہیں گرفتار کر کے امیر ابن زیاد کے پاس پہنچائے بغیر نہیں ٹل سکتے، زہیر بن قین نے پھر انہیں سمجھایا کہ خدا کے بندو! فاطمہؓ کا فرزند ابن سمیہ کے مقابلہ میں امداد و اعانت کا زیادہ مستحق ہے، اگر تم ان کی امداد نہیں کرتے تو خدارا انہیں قتل تو نہ کرو، ان کا معاملہ ان کے اور ان کے ابن عم یزید پر چھوڑ دو، وہ حسینؓ کو قتل نہ کرنے کی صورت میں تم سے زیادہ رضا مند ہوگا، اس پر شمر ذی الجوشن نے زہیر بن قین کو ایک تیر مارا اور کہا خاموش رہو، خدا تمہارا منہ بند کرے اپنی بک بک سے پریشان کر ڈالا، اس پر زہیر نے کہا، ابن بوال تجھ سے کون خطاب کرتا ہے تو تو جانور ہے، خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ تو کتاب اللہ کی ان دو آیتوں کو بھی نہیں جانتا وابشر بالخزی یوم القیامۃ والعذاب العلیم' شمر بولا خدا تجھ کو اور تیرے ساتھی کو ایک ساتھ قتل کرے، زہیر نے جواب دیا موت سے ڈراتا ہے، خدا کی قسم حسینؓ کے ساتھ جان دینا مجھ کو تیرے

ساتھ دائمی زندگی سے زیادہ عزیز ہے، پھر باآواز بلند کوفیوں سے خطاب کیا کہ لوگو تم اس سنگ دل ظالم کے فریب میں نہ آؤ خدا کی قسم جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور ان کے اہل بیت کا خون بہائیں گے وہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔

حر کا حضرت حسینؓ سے ملنا

کوفیوں کی آنکھوں پر پردے پڑ چکے تھے اور دلوں پر مہر لگ چکی تھی، اس لئے حضرت حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں کی ساری افہام و تفہیم رائیگاں گئی، کسی پر کوئی اثر نہ ہوا اور امام نے زہیر بن قین کو واپس بلا لیا، ان کی واپسی کے بعد کوئی وقت منتظر باقی نہ رہا اور عمر بن سعد حضرت حسینؓ کی طرف بڑھا اس کی پیش قدمی کے ساتھ ہی اس گروہ اشقیا میں سے دفعۃً ایک پرستار حق نکل آیا، یہ حُر تھے عین اس وقت جب طبل جنگ پر جوب پڑنے والی تھی حر کی آنکھوں کے سامنے تاریکی کا پردہ ہٹ گیا اور حق کا جلوہ نظر آنے لگا؛ چنانچہ کوفی

فوج کا ساتھ چھوڑ کر حضرت حسینؓ کی فوج میں چلے آئے اور عرض کیا، میری جانب سے جو کچھ گستاخیاں اور بے عنوانیاں ہو چکیں وہ ہو چکیں اب اپنی جان غمگساری کے لئے پیش کرتا ہوں، امید ہے ابھی در توبہ باز ہوگا، حضرت حسینؓ نے فرمایا تمہاری توبہ قبول ہوگی ،تمہیں بشارت ہو کہ تم دنیا اور آخرت دونوں میں حُر آزاد ہو۔

حر کی تقریر

حسینی فوج میں شامل ہونے کے بعد حُر نے کوفیوں سے کہا، لوگو حسینؓ نے جو تین صورتیں تمہارے سامنے پیش کی ہیں ان میں کوئی صورت کیوں نہیں منظور کر لیتے، تا کہ خدا تم کو ان کے ساتھ لڑنے سے بچا لے، ابن سعد بولا میں دل سے یہ چاہتا ہوں، لیکن افسوس اس کی کوئی سبیل نہیں نکلتی، حُر نے پھر کہا اے اہل کوفہ پہلے تم نے حسینؓ کو بلایا جب وہ آگئے تو تم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور یہ خیال کرتے رہے کہ ان کی حمایت میں لڑو گے پھر اُن کے مخالف

ہو گئے اور اب ان کے قتل کے درپے ہو، انہیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے اور خدا کی وسیع زمین میں کسی طرف ان کو جانے نہیں دیتے کہ وہ اور ان کے اہل بیت کسی پرامن مقام پر چلے جائیں اس وقت ان کی حالت بالکل قیدی کی ہو رہی ہے کہ وہ اپنی ذات کو نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان سے بچا سکتا ہے، تم نے اُن پر فرات کا پانی بند کر دیا، جس پانی کو یہودی، نصرانی ، مجوسی سب پیتے ہیں اور دیہات کے سور اور کتے تک اس میں لوٹتے ہیں، اس کے لئے حسینؓ اور ان کے اہل و عیال تشنہ لب تڑپتے ہیں تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی اولاد کا کیا خوب لحاظ کیا؟ اگر تم توبہ کر کے اپنی روش نہیں چھوڑ گے تو خدا تمہیں قیامت کے دن پیاسا تڑپائے گا۔

جنگ کا آغاز

حر کی اس تقریر پر ابن سعد علم لے کر بڑھا اور پہلا تیر چلا کر اعلان جنگ کر دیا اور دونوں طرف سے آدمی نکل نکل کے داد شجاعت دینے

لگے، شامیوں کی فوج سے یسار اور سالم دو شخص نکلے ادھر سے تنہا عبداللہ بن عمیر ان کے جواب میں آئے اور ایک ہی وار میں یسار کو ڈھیر کر دیا پاس ہی سالم تھا اُس نے جھپٹ کر عبداللہ پر وار کیا، عبداللہ نے ہاتھوں پر روکا انگلیاں اڑ گئیں، لیکن انہی کٹی انگلیوں سے سالم کو مار گرایا، عبداللہ کی بیوی بھی ساتھ تھیں، انہوں نے شوہر کو لڑتے دیکھا تو خود بھی ہاتھ میں خیمہ کی ایک چوب لے کر یہ کہتے ہوئی آگے بڑھیں کہ میرے ماں باپ تم پر سے فدا ہوں، آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑتے رہو، عبداللہ نے انہیں عورتوں کے خیمہ میں لوٹانا چاہا، لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گی، تمہارے ساتھ جان دوں گی، حضرت حسین ان کی ضد دیکھ کر آواز دی، کہ خدا تم کو اہل بیت کی جانب سے جزائے خیر دے تم لوٹ جاؤ، عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے، آپ کے ارشاد پر وہ لوٹ گئیں۔

اس کے بعد عمرو بن حجاج شامی لشکر کے میمنہ کو لے کر حضرت حسینؓ کی طرف بڑھا جب آپ کے قریب پہنچا تو فدائیان حسینؓ پاؤں ٹیک کر سینہ سپر ہو گئے اور نیزوں کے وار سے شامی سواروں کے گھوڑوں کے منہ پھیر دیئے، پھر شامی جماعت سے ابن جوزہ نامی ایک شخص نکل کر باآواز بلند پکارا، حسینؓ ہیں؟ کسی نے اس کا جواب نہ دیا، دوسری مرتبہ پھر اس نے بھی سوال کیا تیسری مرتبہ سوال کرنے پر لوگوں نے کہا اس سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا حسینؓ تم کو دوزخ کی بشارت ہو، حضرت حسینؓ نے جواب میں فرمایا، تو جھوٹا ہے میں دوزخ میں نہیں ؛ بلکہ رب رحیم شفیع اور مطاع کے حضور میں جاؤں گا، تیرا نام کیا ہے جواب دیا ابن حوزہ فرمایا خدایا اس کو آگ میں داخل کر اتفاق سے اسی دوران میں ابن حوزہ کا گھوڑا بدک کر ایک نہر میں پھاند پڑا اور ابن جوزہ کا پاؤں رکاب میں اٹک گیا اسی حالت میں پھر دوسری مرتبہ بدک کر بھاگا اور ابن

حوزہ پیٹھ سے لٹک گیا گھوڑا اسر پٹ بھاگا اور ابن حوزہ پتھروں کی رگڑ سے چور چور ہو کر مر گیا، اس کے بعد شامی فوج سے یزید بن معقل نکلا اور حسینی لشکر سے بریر بن حضیر ان کے مقابل ہوئے زبانی مباحثہ کے بعد دونوں نے تلواریں نکال لیں، یزید بن معقل نے بریر پر وار کیا بریر نے وار خالی کر دیا اور جواب میں ایسی کاری تلوار ماری کہ یزید کی خود کاٹی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا یزید کو تڑپتا دیکھ کر شامی فوج کے ایک سپاہی رضی بن منقد نے بریر پر حملہ کیا دونوں میں کشتی ہونے لگی بریر اس کو چت کر کے سینہ پر بیٹھ گئے، رضی کو چت دیکھ کر کعب بن جابر ازوی شامی نے بریر پر نیزہ سے حملہ کیا، نیزہ ان کی پیٹھ میں پیوست ہو گیا بریر زخمی ہو کر رضی کے سینہ سے اتر پڑے، ان کے اترتے ہی کعب نے تلوار سے زخمی کر کے گرا دیا، اسی طرح رضی کی جان بچ گئی بریر کے بعد عُمر بن قرظہ انصاری بڑھے اور حضرت حسینؓ کے سامنے داد شجاعت دیتے

ہوئے شہید ہوئے، عمرو بن قرظہ کا بھائی ابن سعد کے ساتھ تھا، عمرو کو خاک وخون میں غلطاں دیکھ کر پکارا، کذاب ابن کذاب حسینؓ تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور دھوکہ دیکر قتل کرادیا آپ نے جواب دیا خدا نے تیرے بھائی کو نہیں؛ بلکہ تجھ کو گمراہ کیا، تیرے بھائی کو اس نے ہدایت دی یہ جواب سن کر وہ بولا اگر میں تم کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے، یہ کہتے ہی حضرت حسینؓ کی طرف چھپٹا، مگر نافع بن ہلال مراوی نے ایسا نیزہ مارا کہ وہ چاروں شانے چت گرا، مگر اس کے ساتھیوں نے بڑھ کر بچالیا ان کے بعد حر بن یزید نکلے اور حضرت حسینؓ کے سامنے بڑی شجاعت و بہادری سے لڑے، یزید بن سفیان ان کے مقابلہ کو آیا، حر نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کردیا، حر کے بعد نافع بن ہلال بڑھے شامیوں میں مزاحم بن حریث ان کے مقابل آیا، نافع نے اسے بھی اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچادیا۔

عام جنگ

ابھی تک لڑائی کا انداز یہ تھا کہ ایک ایک شخص ایک ایک کے مقابل میں نکلتا تھا، مگر شامی لشکر سے جو نکلا وہ بچ کر نہ گیا اس لئے عمرو بن حجاج پکارا لوگو! جن لوگوں سے تم لڑ رہے ہو یہ سب اپنی جان پر کھیلے ہوئے ہیں اس لئے آیندہ کوئی شخص تنہا ان کے مقابلہ میں نہ جائے، ان کی تعداد تو اتنی کم ہے کہ اگر تم لوگ ان کو صرف پتھروں سے مارو تو بھی ان کا کام تمام ہو جائے گا کوفہ والو اطاعت اور جماعت کی پوری پابندی کرو، اس شخص (حسینؓ) کے قتل میں کسی شک وشبہ اور تذبذب کی راہ نہ دو جو دین سے بھاگا ہے اور جس نے امام کی مخالفت کی ہے، عمر بن سعد کو بھی عمرو بن حجاج کی یہ رائے پسند آئی؛ چنانچہ اس نے فرداً فرداً مبارزت سے روک دیا اور عام جنگ کا آغاز ہو گیا، عمر بن حجاج میمنہ کو لے کر حضرت حسینؓ پر حملہ آور ہوا تھوڑی دیر تک آپس میں کشمکش جاری رہی، اس معرکہ میں

مشہور جان نثار مسلم بن عوسجہ اسدی شہید ہوئے، غبار چھٹا تو لاشہ نظر پڑا، حضرت حسینؓ قریب تشریف لے گئے کچھ کچھ جان باقی تھی فرمایا، مسلم تم پر خدا رحم کرے فمنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا حضرت حسینؓ کے بعد حبیب مطہر نے آکر جنت کی بشارت دی اور کہا اگر مجھ کو یہ یقین نہ ہوتا کہ میں عنقریب تمہارے پاس پہنچوں گا، تو تم سے وصیت کرنے کی درخواست کرتا اور اسے پوری کرتا، مسلم میں بقدر رمق جان باقی تھی، حضرت حسینؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ صرف ان کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے لئے جان دے دینا یہ وصیت کر کے محبوب آقا کے سامنے جان دیدی۔ [1]

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہان نیاز مندے کہ بوقت جان سپردن بسرش رسید باشی

۱۔(ابن اثیر:۴/۵۸)

مسلم کی موت پر شامی فوج میں بڑی خوشی ہوئی۔

دوسرا حملہ

اس کے بعد دوسرے ریلے میں شمر شامی میسرہ کو لے کر حسینی میسرہ پر حملہ آور ہوا اس حملہ کے بعد شامی چاروں طرف سے حسینی فوج پر ٹوٹ پڑے، بڑا زبردست مقابلہ ہوا، حسینی فوج کے بہادر عبداللہ الکلبی کئی آدمیوں کو قتل کر کے خود شہید ہوئے، اس معرکہ میں حسینی فوج میں ۳۲ آدمی تھے، لیکن اس پامردی سے لڑے کہ جدھر رخ کرتے تھے، شامیوں کی صفیں الٹ دیتے تھے اور ان کی سواریوں کی صفیں درہم برہم ہوجاتی تھیں، شامی سوار دستہ کے کماندار غررہ بن قیس نے اپنے سواروں کی یہ بے ترتیبی دیکھی تو ابن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ مٹھی بھر آدمیوں نے ہمارے دستہ کا یہ حال کر دیا ہے اس لئے فوراً کچھ پیدل اور کچھ تیر انداز بھیجو، ابن سعد نے اس کی درخواست پر پانچ سو سواروں کا دستہ بھیج دیا، اس دستہ نے جاتے ہی

حسینی لشکر پر تیروں کی بارش شروع کر دی اور تھوڑی دیر میں ان کے تمام گھوڑے زخمی ہو کر بے کار ہو گئے پھر بھی ان کے استقلال میں کمی نہ آئی سب سوار گھوڑوں سے اتر پڑے اور دوپہر تک اس بہادری اور بے جگری سے لڑتے رہے کہ شامیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔

اہل بیت کے خیموں کا جلایا جانا

شامی جنگ کو جلد ختم کر دینے کے لئے آگے بڑھنا چاہتے تھے، لیکن حضرت حسینؓ نے اپنے خیموں کی ترتیب کچھ اس طرح رکھی تھی کہ شامی ایک ہی رخ سے حملہ کر سکتے تھے، اس لئے عمر بن سعد نے حکم دیا کہ خیمے اکھاڑ دیئے جائیں تا کہ ہر طرف سے حسینی فوج پر حملہ کیا جا سکے؛ چنانچہ شامی خیمے اکھاڑنے کے لئے آگے بڑھے، لیکن اس میں بھی یہ دشواری آ گئی کہ جب وہ حسینی خیموں میں گھسنے کا قصد کرتے تھے تو آڑ میں پڑ جاتے تھے، اس لئے حسینی سپاہی انہیں

مار لیتے تھے ابن سعد نے اس صورت میں بھی ناکامی دیکھی تو خیموں میں آگ لگوادی، حضرت حسینؓ نے دیکھا تو فرمایا یہ بھی اچھا ہوا میدان صاف ہوجائے گا تو یہ لوگ پشت سے حملہ آور نہ ہوسکیں گے، حضرت حسینؓ کا یہ خیال بالکل صحیح نکلا، خیموں کے جل جانے سے پشت سے حملہ کا خطرہ جاتا رہا، شمر اہل بیت کے خیمہ میں نیزہ مار کر بولا کہ اس کو معہ آدمیوں کے جلادوں گا عورتوں نے سنا تو چلاتی ہوئی خیموں سے باہر نکل آئیں، حضرت حسینؓ نے دیکھا تو شمر کو ڈانٹا کہ تو میرے اہل بیت کو آگ میں جلانا چاہتا ہے، خدا تجھ کو آتش دوزخ میں جلائے کچھ اس ڈانٹ کے اثر اور کچھ لوگوں کے غیرت دلانے سے شمر لوٹ گیا، اس کے جاتے ہی زہیر بن قین نے کوفیوں کو اہل بیت کے خیموں سے ہٹادیا۔ [۱]

جانبازوں کی شہادت

۱۔(طبری:۷/ ۳۴۷، ۳۵۰)

پچھلے معرکوں میں شمعِ امامت کے بہت سے پروانے فدا ہو چکے تھے اب امامؓ کے ساتھ صِرف چند جاں نثار باقی رہ گئے تھے، ان کے مقابلہ میں کوفیوں کا ٹڈی دل تھا اس لئے ان کے قتل ہونے سے ان میں کوئی کمی نظر نہ آتی تھی، لیکن حسینی فوج میں سے ایک آدمی بھی شہید ہو جاتا تھا تو اس میں نمایاں کمی محسوس ہوتی تھی، یہ صورت حال دیکھ کر عمرو بن عبداللہ صاعدی نے امام سے عرض کیا کہ میری جان آپ پر فدا ہو، اب شامی بہت قریب ہوتے جاتے ہیں اور کوئی دم میں پہنچنا چاہتے ہیں، اس لئے چاہتا ہوں کے پہلے میں جان دے لوں اس کے بعد پھر آپ کو کوئی گزند پہنچے ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے، نماز پڑھ کر خدا سے ملنا چاہتا ہوں ان کی اس درخواست پر حضرت حسینؓ نے فرمایا، ان لوگوں سے کہو کہ تھوڑی دیر کے لئے جنگ ملتوی کر دیں تا کہ ہم لوگ ظہر کی نماز ادا کر لیں، آپ کی زبان سے یہ فرمائش سن کر حصین بن نمیر شامی بولا، تمہاری نماز قبول نہ

ہوگی؟ حبیب بن مظہر نے جواب دیا گدھے! آل رسول کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری قبول ہوگی؟ یہ جواب سن کر حصین کو طیش آ گیا اور حبیب پر حملہ کر دیا، حبیب نے اس کے گھوڑے کے منہ پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ دونوں پاؤں اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور حصین اس کی پیٹھ سے نیچے آ گیا؛ لیکن اس کے ساتھیوں نے بڑھ کر بچا لیا اس کے بعد حبیب اور کوفیوں میں مقابلہ ہونے لگا کچھ دیر تک حبیب نہایت کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے؛ لیکن تن تنہا کب تک انبوہ کثیر کے مقابل میں ٹھہر سکتے بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، ان کی شہادت سے حضرت حسینؓ کا ایک اور بازو ٹوٹ گیا اور آپ بہت شکستہ خاطر ہوئے مگر کلمۂ صبر کے علاوہ زبان مبارک سے کچھ نہ نکلا، حر نے آقا کو غمگین دیکھا تو رجز پڑھتے ہوئے بڑھے اور مشہور جان نثار زہیر بن قین کے ساتھ مل کر بڑی بہادری اور شجاعت سے لڑے؛ لیکن یہ بھی کب تک لڑتے، آخر میں کوفی پیادوں نے ہر

طرف سے حر پر ہجوم کردیا اور یہ پروانہ بھی شمع امامت پر سے فدا ہوگیا۔ [۱]

جان نثاروں کی آخری جماعت کی فداکاری

اب ظہر کا وقت آخر ہو رہا تھا، لیکن کوفی نماز پڑھنے کے لئے بھی دم نہ لیتے تھے، اس لئے امام نے صلوۃ خوف پڑھی، اور نماز کے بعد پھر پورے زور کے ساتھ جنگ شروع ہوگئی اور اس گھمسان کا رن پڑا کہ کربلا کی زمین تھرا گئی کوفیوں کا ہجوم بڑھتے بڑھتے حضرت حسینؓ کے پاس پہنچ گیا تیروں کی بارش پر ٹڈی دل کا گمان ہوتا تھا، مشہور جان باز حنفی امام کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے اور جتنے تیر آئے سب مردانہ وار اپنے سینہ پر روکے؛ لیکن ایک انسان کب تک مسلسل تیر بازی کا ہدف بن سکتا تھا، بالآخر یہ بھی امام کی راہ میں سینہ چھلنی کرکے فدا ہوگئے، ان کے بعد زہیر بن قین کی باری آئی، یہ

۱۔(طبری:۷/۳۴۷،۳۵۰)

بھی داد شجاعت دیتے ہوئے اپنے پیشتروں سے جا ملے، ان کے بعد نافع بن ہلال بجلی جنہوں نے ۱۲ کوفیوں کو قتل کیا تھا گرفتار کر کے شہید کئے گئے اب حسینی لشکر کا بڑا حصہ آقائے نامدار پر سے فدا ہو چکا تھا، صرف چند جان نثار باقی رہ گئے تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ شامی فوجوں کے مقابلہ میں زیادہ دیر تک ٹھہرنے کی طاقت باقی نہیں ہے، تو یہ طے کر لیا کہ قبل اس کے کہ امام ہمام پر کوئی نازک وقت آئے سب کے سب آپ پر سے فدا ہو جائیں؛ چنانچہ تمام فدائی اہل بیت ایک ایک کر کے پروانہ وار بڑھنے لگے، اس جماعت میں سب سے اول عبداللہ اور عبدالرحمن بڑھے، ان کے بعد دونو جوان سیف بن حارث اور مالک بن عبد نکلے اس وقت دونوں کی آنکھوں سے آنسو کی لڑیاں جاری تھیں، امام نے پوچھا تم روتے کیوں ہو؟ عرض کیا اپنی جان کے لئے نہیں روتے، رونا اس پر ہے کہ آپ کو چاروں طرف سے اعداء کے نرغے میں محصور دیکھتے

ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے امام نے کہا خدا تم دونوں کو متقیوں جیسی جزا دے ان دونوں کے بعد حنظلہ بن شامی نکلے اور کوفیوں کو سمجھایا کہ وہ حسینؓ کے خون بے گناہی کا وبال اپنے سر نہ لیں؛ لیکن اب اس قسم کی افہام وتفہیم کا وقت ختم ہو چکا تھا، حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ اب انہیں سمجھانا بے کار ہے، آپ کے اس ارشاد پر حنظلہ آپ اور آپ کے اہل بیت پر صلوٰۃ وسلام بھیج کر رخصت ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ان کے بعد سیف اور مالک دونوں نوجوانوں نے جانیں فدا کیں، ان کے بعد عابس بن ابی شبیب اور شوذب بڑھے، شوذب شہید ہوئے، لیکن عابس بہت مشہور بہادر تھے، ان کے مقابلہ میں کسی شامی کو آنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، اس لئے ہر طرف سے ان پر سنگباری شروع کردی، عابس نے ان کی یہ بزدلی دیکھی تو اپنی زرہ اور خود اتار کر پھینک دی اور حملہ کر کے بے محابہ دشمن کی صفوں میں گھستے ہوئے چلے گئے اور انہیں درہم برہم کر دیا لیکن

تن تنہا ایک انبوہ کا مقابلہ آسان نہ تھا اس لئے شامیوں نے انہیں بھی گھیر کر شہید کردیا اسی طریقہ سے عمرو بن خالد، جبار بن حارث، سعد، مجمع بن عبید اللہ سب جان نثار ایک ایک کر کے فدا ہو گئے اور تنہا سوید بن ابی المطالح باقی رہ گئے۔[۱]

علی اکبر کی شہادت

جب سارے فدایانِ اہل بیت ایک ایک کر کے جامِ شہادت پی چکے اور نونہالان اہل بیت کے علاوہ اور کوئی جان نثار باقی نہ رہا تو اہل بیت کرام کی باری آئی اور سب سے اول ریاضِ امامت کے گل تر خاندانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابندہ اختر علی اکبرؓ میدان میں آئے اور تلوار چمکاتے اور یہ رجز

انا علی بن حسین بن علی ورب البیت ولی بالنبی

میں حسینؓ ابن علیؓ کا بیٹا علی ہوں خانہ کعبہ کے رب کی قسم ہم نبی

۱۔(ابن اثیر:۴/۶۱،۶۲)

کے قرب کے زیادہ حقدار ہیں

تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

خدا کی قسم نامعلوم باپ کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کر سکے گا۔

پڑھتے ہوئے بڑھے، آپ رجز پڑھ پڑھ کر حملہ کرتے تھے اور بجلی کی طرح کوند کر نکل جاتے تھے، مرہ بن منقذ تمیمی آپ کی یہ برق رفتاری دیکھ کر بولا، اگر علی اکبرؓ میری طرف سے گذریں تو حسینؓ کو بے لڑکے کا بنادوں، علی اکبرؓ ابھی کم سن تھے، جنگ وجدال کا تجربہ نہ تھا مرہ کا طنز سن کر سیدھے اس کی طرف بڑھے مرہ ایک جہاندیدہ اور آزمودہ کار تھا جیسے ہی علی اکبرؓ اس کے پاس پہنچے، اس نے تاک کر ایسا نیزہ مارا کہ جسم اطہر میں پیوست ہوگیا، نیزہ لگتے ہی شامی ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور اس گلبدن کے جسم کو جس نے پھولوں کی سیج پر پرورش پائی تھی ٹکڑے اڑادئے، ان کی جان نثار پھوپھی جنھوں نے بڑے نازوں سے ان کو پالا تھا، خیمہ کے روزن سے یہ

قیامت خیز نظارہ دیکھ رہی تھیں، چہیتے بھتیجے کو خاک وخون میں تڑپتا دیکھ کر بے تاب ہوگئیں یارائے ضبط باقی نہ رہا اور یا ابن خاہ کہتی ہوئی خیمہ سے باہر نکل آئیں اور بھتیجے کی لاش کے ٹکڑوں پر گر پڑیں، ستم رسیدہ بھائی حسینؓ نے دکھیاری بہن کا ہاتھ پکڑ کر خیمہ کے اندر کیا کہ ابھی وہ زندہ تھے اور مخدرات عصمت مآب پر غیر محرموں کی نظر پڑنے کا وقت نہیں آیا تھا بہن کو خیمے میں پہنچانے کے بعد علی اکبر کی لاش اور اپنے قلب وجگر کے ٹکڑوں کو بھائیوں کی مدد سے اٹھوا کر لائے اور خیمہ کے سامنے لٹا دیا۔[۱]

یہ بھی عجیب بے کسی کا عالم تھا، تمام اعزہ واقربا شہید ہوچکے ہیں، ایک طرف جانثاروں کی تڑپتی ہوئی لاشیں ہیں دوسری طرف جوان مرگ بیٹے علی اکبرؓ کا پاش پاش بدن ہے تیسری طرف زینب خستہ حال پر غش طاری ہے، اس بے کسی کے عالم میں کبھی علی اکبرؓ

۱۔(ابن اثیر: ۴/ ۳۵۷)

کی لاش کو دیکھتے ہیں اور کبھی آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں کہ آج تیرے ایک وفادار بندہ نے تیری راہ میں سب سے بڑی نذر پیش کر کے سنت ابراہیمی پوری کی ہے، تو اسے قبول فرما لیکن اس وقت بھی زبان پر صبر و شکر کے علاوہ حرف شکایت نہیں آتا کہ

من ازیں درد گرانمایہ چہ لذت یابم کہ بہ اندازۂ آن صبر و ثباتم دادند

خاندان بنی ہاشم کے دوسرے نونہالوں کی شہادت

حضرت علی اکبرؓ کی شہادت کے بعد مسلم بن عقیل کے صاحبزادے عبداللہ میدان میں آئے، ان کے نکلتے ہیں عمرو بن صبیح صیدادی نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ یہ تیر تیر قضا بن گیا، ان کے بعد جعفر طیار کے پوتے عدی نکلے انہوں نے بھی عمرو ابن تہشل کے ہاتھوں جام شہادت پیا، پھر عقیلؓ کے صاحبزادے عبدالرحمن میدان میں آئے،

ان کو عبداللہ بن عروہ نے تیر کا نشانہ بنایا، بھائی کو نیم بسمل دیکھ کر محمد بن عقیل بے تحاشا نکل پڑے لیکن لقیط بن ناشر نے ایک ہی تیر میں ان کا بھی کام تمام کر دیا، ان کے بعد حضرت حسنؓ کے صاحبزادے قاسم میدان میں آئے یہ بھی عمرو بن سعد بن مقبل کے ہاتھوں شہید ہوئے، قاسم کے بعد ان کے دوسرے بھائی ابو بکرؓ عبداللہ بن عقبہ کے ہاتھوں شہید ہوئے، امام کے سوتیلے بھائی حضرت عباسؓ نے جب دیکھا کہ جو نکلتا ہے وہ سیدھا حوض کوثر پہنچتا ہے اور عنقریب برادر بزرگ تن تنہا ہونے والے ہیں تو بھائیوں سے کہا کہ آقا کے سامنے سینہ سپر ہو جاؤ اور ان پر اپنی جانیں فدا کر دو، اس آواز پر تینوں بھائی عبداللہ، جعفرؓ، اور عثمانؓ حضرت حسینؓ کے سامنے دیوار آہن بن کر جم گئے اور تیروں کی بارش کو اپنے سینوں پر روکنے لگے اور زخموں سے خون کا فوارہ چھوٹنے لگا تھا، لیکن ان کی جبین شجاعت پر شکن تک نہ آتی تھی، آخر میں ہانی بن ثوب نے عبداللہ

اور جعفر کو شہید کر کے اس دیوار آہن کو بھی توڑ دیا اور تیسرے بھائی
عثمان کو یزید اصبحی نے تیر کا نشانہ بنایا تینوں بھائیوں کے بعد اب
صرف تنہا عباسؓ باقی رہ گئے تھے، یہ بڑھ کر حضرت حسینؓ کے
سامنے آگئے اور چاروں طرف سے آپ کو بچانے لگے اور اسی
ناموس اکبر کی حفاظت میں جان دی۔ [۱]

عباسؓ کے بعد اہل بیت میں خود امام ہمام اور عابد بیمار کے علاوہ کوئی
باقی نہ رہ گیا

آفتاب امامت کی شہادت

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ تمام نوجوانان اہل بیت شہید ہو چکے ہیں اور
اب اس خانوادہ نبوت میں سوائے عابد بیمار اور امام خستہ تن کے کوئی
باقی نہیں ہے، لیکن سنگدل شامی اس نوبت کے بعد بھی امام ہمام کو
چھوڑنے والے نہ تھے؛ چنانچہ بالآخر وہ قیامت خیز ساعت بھی

۱۔(اخبار الطوال:۲٦۸)

آ گئی کہ فلکِ امامت کا آفتاب میدان جنگ کے افق پر طلوع ہوا، یعنی حضرت حسینؓ شامی فوج کی طرف بڑھے، ابن زیاد کے حکم کے مطابق ساتویں محرم سے حسینی لشکر پر پانی بند کر دیا گیا تھا، جب تک عباس علمدار زندہ تھے جان پر کھیل کر پانی لے آتے تھے لیکن ان کے بعد ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسہ کو کوئی پانی دینے والا بھی باقی نہ تھا اہل بیت کے خیموں میں جو پانی تھا وہ ختم ہو چکا تھا اور امام کے لب خشک تھے حلق سوکھ رہی تھی، اعزہ کے قتل سے دل نگار ہو رہا تھا، جی چھوٹ چکا تھا، اس لئے کوفیوں کے لئے آپ کا کام تمام کر دینا آسان تھا، لیکن وہ لاکھ سنگدل اور جفا پیشہ سہی، پھر بھی مسلمان تھے ،اس لئے جگر گوشۂ رسول کے خون کا بارِ عظیم اپنے سر نہ لینا چاہتے تھے ہمت کر کے بڑھتے تھے لیکن جرأت نہ پڑتی تھی، ضمیر ملامت کرتا تھا اور پلٹ جاتے تھے۔ [۱]

۱۔(مستدرک حاکم فضائل حسینؓ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس لمحہ بہ لمحہ زیادہ بڑھتی جاتی تھی، آخر میں آپ نے رہوار کو فرات کی طرف موڑا کہ ذرا حلق نم کر کے کانٹے دور کریں؛ لیکن کوفیوں نے نہ جانے دیا، یہ وہی تشنہ لب ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند آدمیوں کے ساتھ کہیں تشریف لئے جا رہے تھے کہ حسنین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز کانوں میں آئی، جلدی سے گھر گئے اور پوچھا میرے بیٹے کیوں رو رہے ہیں، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا پیاسے ہیں، اتفاق سے اس وقت پانی نہ تھا لوگوں سے پوچھا لیکن کسی کے پاس نہ نکلا تو آپ نے یکے باد دیگرے دونوں کو اپنی زبان مبارک چسا کر ان کی تشنگی فرو کی۔

یہ اسی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشنہ لب نواسہ ہے کہ جب مکہ میں خشک سالی ہوتی تھی، فصلیں تباہ ہونے لگتی تھیں، سبزہ سوکھ جاتا تھا اور خلق اللہ بھوکوں مرنے لگتی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان آتے تھے اور کہتے تھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تم صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہو، تمہاری قوم خشک سالی سے ہلاک ہوئی جا رہی ہے خدا سے پانی کی دعا کرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس سب سے بڑے دشمن کی، درخواست پر پانی کے لئے دعا فرماتے تھے، دفعتاً ابر اٹھتا تھا اور سات دن تک مسلسل اس شدت کی بارش ہوتی تھی کہ جل تھل ہو جاتا تھا۔ [۱]

ٹھیک باون برس کے بعد اسی رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوست و دشمن کے سیراب کرنے والے کا نواسہ ایک قطرہ پانی کے لئے ترستا ہے اور انہیں ابوسفیان کی ذریات کے حکم سے پانی کی ایک بوند اس کی خشک حلق تک نہیں پہنچنے پاتی ہے۔ آخر جب پیاس کی شدت ناقابل برداشت ہوگئی تو پھر ایک مرتبہ نرغہ اعداء سے فرات کی طرف بڑھے اور ساحل تک پہنچ گئے، پانی لے کر پینا چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے ایسا تیر مارا کہ دہنِ مبارک سے خون کا فوارہ

۱۔ (بخاری، جلد ۱، ابواب الاستقا: ۱۳۶)

پھوٹ نکلا، آپ نے چلو میں پانی لے کر آسمان کی طرف اچھالا کہ

اے بے نیاز یہ لالہ گوں منظر تو بھی دیکھ لے کہ

بجرمِ عشقِ توام میکشند غوغائیست تو نیز برسرم آ کر خوش تماشائیست

چلو سے خون کی نذر پیش کر کے فرمایا کہ خدایا جو کچھ تیرے نبی کے نواسہ کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کا شکوہ تجھی سے کرتا ہوں کہ مبادا ع

خونِ من زیزی و گویند سزاوار نبود

جس قدر امام نڈھال ہوتے جاتے تھے، شامیوں کی جسارت زیادہ بڑھتی جاتی تھی؛ چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ امام میں تاب مقادمت باقی نہیں ہے اور اہل بیت کے خیموں کی طرف بڑھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ادھر جانے سے روک دیا آپ نے فرمایا کہ تمہارا کوئی دین و ایمان ہے؟ تمہارے دلوں سے قیامت کا خوف بالکل ہی جاتا رہا؟ ان سرکشوں اور جاہلوں کو میرے اہل بیت کی طرف جانے سے روکو، لیکن امام مظلوم کی فریاد کوئی نہ سنتا تھا؛ بلکہ آپ کی

فریاد پر ان کی شقادت اور بڑھتی جاتی تھی اور شمر لوگوں کو برابر ابھار رہا تھا، اس کے ابھارنے پر یہ شوریدہ بخت ہر طرف سے ٹوٹنے لگے، لیکن شمشیر حسینی ان بادلوں کو ہوا کی طرح اڑا دیتی تھی مگر ایک خستہ دل خستہ جگر اور زخموں سے چور ہستی میں سکت ہی کیا باقی تھی، یہ بھی حسینؓ ہی کا دل تھا کہ اب تک دشمنوں کے بے پناہ ریلے کو روکے ہوئے تھے، لیکن تا بکے، بالآخر وہ وقت آ گیا کہ ماہ خلافت کو شامیوں نے نرغہ کے تاریک بادلوں میں گھیر لیا، امام کو محصور دیکھ کر اہل بیت کے خیمہ سے ایک بچہ دوڑتا ہوا نکل آیا اور بحر بن کعب سے جو حضرت حسینؓ کی طرف بڑھ رہا تھا، معصومانہ انداز سے کہا، خبیث عورت کے بچے میرے چچا کو قتل کرے گا، ہاشمی بچہ کی اس ڈانٹ پر اس بزدل نے بچہ پر تلوار کا وار کیا بچہ نے ہاتھ پر روکا، نازک نازک ہاتھ دیو ہیکل کا وار کس طرح روکتے، ہاتھ جھول گیا، حضرت حسینؓ نے بچہ کو نیم بسمل دیکھ کر سینہ سے چمٹا لیا اور کہا بیٹا صبر

کرو، عنقریب خدا تم کو تمہارے اجداد سے ملا دیگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علیؓ، حمزہؓ، جعفرؓ اور حسنؓ کے پاس پہنچ جاؤ گے۔ [۱]

بچہ کو تسلی دے کر ابن اسد اللہ الغالبؓ پھر حملہ آور ہوئے اور جدھر رخ کر دیا دشمنوں کی صفیں درہم برہم کر دیں۔ [۲]

میدان کربلا میں قیامت بپا تھی، ہر طرف تلواروں کی چمک سے بجلی تڑپ رہی تھی، کہ دفعتاً مالک بن شبر کندی نے دوشِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہ سوار پر ایسا وار کیا کہ تلوار کلاہ مبارک کو کاٹتی ہوئی کاسۂ سر تک پہنچ گئی، خون کا فوراہ پھوٹ نکلا اور سارا بدن خون کے چھینٹوں سے لالۂ احمر ہو گیا، پیراہن مبارک کی رنگینی پکار اٹھی۔

لیکن اس وقت بھی امام ہمام کے صبر و سکون میں فرق نہ آیا دوسری ٹوپی منگا کر زخمی فرق مبارک پر رکھی اور اس پر سے عمامہ باندھا اور شیر خوار بچہ کو بلا کر گود میں لیا کہ اس کے بعد پدری شفقت کا سایہ

۱۔(ابن اثیر:۴/ ۶۶)

۲۔(طبری:۷/ ۳۶۴)

سر سے اٹھنے والا تھا، کسی سنگدل نے ایسا تیر مارا کہ بچہ گود میں تڑپ کر رہ گیا۔ ①

جان نثار بہن یہ قیامت خیز منظر دیکھ کر خیمہ سے نکل آئیں اور چلاتی ہوئی دوڑیں کہ کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑتا، ابن سعد حضرت حسینؓ کے پاس کھڑا تھا اس سے کہنے لگیں، عمر! کیا قیامت ہے، ابوعبداللہ قتل کئے جا رہے ہیں اور تم دیکھ رہے ہو، گو ابن سعد کی آنکھوں میں جاہ و حشمت کی طمع نے پردے ڈال دیئے تھے پھر بھی عزیز تھا، خون میں محبت تھی زینبؓ کی فریاد سن کر بے اختیار رو دیا اور اتنا رویا کہ رخسار اور ڈاڑھی پر آنسوؤں کی لڑی دان ہوگئی اور فرطِ خجالت سے زینبؓ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

امام ہمام لڑتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے، آج تم لوگ

ا۔(اخبار الطوال، صفحہ ۲۶۹، یہ اخبار الطوال کا بیان ہے کہ میدان کربلا میں ایک بچہ پیدا ہوا تھا اذان کے لئے امام کے پاس لایا گیا، کسی نے امام پر تیر چلایا، اتفاق سے وہ آپ کے بجائے بچہ کے حلق میں آ کر لگا اور اس معصوم نے دنیا میں آنکھ کھولتے ہی بند کر لی۔) یہ ثابت نہیں ہے۔

میرے قتل کے لئے جمع ہوئے ہو، خدا کی قسم میرے بعد کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروگے جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناراضی کا موجب ہوگا، خدا تم کو ذلیل کر کے مجھے قتل کردیا تو خدا تم پر سخت عذاب نازل فرمائے گا اور تم میں باہم خون ریزی کرائے گا اور جب تک تم پر دونا عذاب نہ کریگا، اس وقت تک راضی نہ ہوگا۔

حضرت حسینؓ کی حالت لمحہ بہ لمحہ غیر ہوتی جاتی تھی، زخموں سے سارا بدن چور ہو چکا تھا؛ لیکن کسی کو شہید کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی اور سب اس جبل معصیت کو ایک دوسرے پر ٹال رہے تھے، شمر یہ تذبذب دیکھ کر پکارا، تمہارا برا ہو، تمہاری مائیں لڑکوں کو روئیں، دیکھتے کیا ہو؟ بڑھ کر حسینؓ کو قتل کردو، اس للکار پر شامی چاروں طرف سے امام ہمام پر ٹوٹ پڑے ایک شخص نے تیر مارا، تیر گردن میں آکر بیٹھ گیا، امام نے اس کو ہاتھوں سے نکال کے الگ کیا ابھی آپ نے تیر نکالا ہی تھا کہ زرعہ بن شریک تمیمی نے ہاتھ پر تلوار

ماری، پھر گردن پر وار کیا ان پیہم زخموں نے امام کو بالکل نڈھال کر دیا، اعضا جواب دے گئے اور کھڑے ہونے کی طاقت باقی نہ رہی، آپ اٹھتے تھے اور سکت نہ پا کر گر پڑتے تھے عین اسی حالت میں سنان بن انس نے کھینچ کر ایسا کاری نیزہ مارا کہ فلکِ امامت زمین بوس ہو گیا، سنگدل اور شقی ازلی خولی بن یزید سر کاٹنے کے لئے بڑھا، لیکن ہاتھ کانپ گئے، تھرا کے پیچھے ہٹ گیا اور سنان بن انس نے اس سر کو جو بوسہ گاہِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جسم اطہر سے جدا کرلیا۔ اور ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ مطابق ۶۸۱ء میں خانوادۂ نبوی کا آفتاب ہدایت ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا اس شقادت اور سنگدلی پر زمین کانپ اٹھی، عرش الٰہی تھرا گیا، ہوا خاموش ہو گئی، پانی کی روانی رک گئی، آسمان خون رویا، زمین سے خون کے چشمے پھوٹے، شجر و حجر سے نالۂ وشیون کی صدائیں بلند ہوئیں، جن وانس نے سینہ کوبی کی، ملائکہ آسمانی میں صف ماتم بچھی کہ آج ریاضِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا گل سرسبد مرجھا گیا، علیؓ کا چمن اجڑ گیا اور فاطمہؓ کا گھر بے چراغ ہو گیا۔

ستم بالائے ستم

امام ہمام کو شہید کرنے کے بعد بھی سنگدل اور خونی شامیوں کا جذبہ غبار فرو نہ ہوا اور شہادت کے بعد وحشی شامیوں نے اس جسدِ اطہر کو جسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جسدِ مبارک کا ٹکڑا فرمایا تھا، گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا، اس بہیمانہ شقاوت کے بعد لٹیرے پردہ نشینانِ عفاف کے خیموں کی طرف بڑھے اور اہل بیت کا کل سامان لوٹ لیا، ابھی خانوادۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ (عابد بیمار) باقی تھا جس وقت شمر ان کے خیمے کی طرف آیا، اس وقت زین العابدینؓ بیمار تھے، سپاہی بولے اس کو کیوں چھوڑتے ہو؟ ایک شخص حمید بن مسلم کے دل میں خدا نے رحم ڈال دیا اس نے کہا سبحان اللہ ابھی وہ کمسن ہیں کمسنوں کو بھی قتل کرو گے (یہ صحیح نہیں کہ زین

العابدینؓ کمسن بچہ تھے، بروایت صحیح اس وقت ان کی عمر ۲۳ یا ۲۴ سال تھی؛ لیکن اس وقت بیمار تھے، اس لئے جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ (۱)

ابھی یہ سپاہیوں کو سمجھا رہا تھا کہ عمر بن سعد آگیا، اس نے کہا خبردار کوئی شخص خیموں میں نہ جائے اور نہ اس بیمار کو ہاتھ لگائے، جس نے جو کچھ لوٹا ہو، سب واپس کردے، عمر بن سعد کے اس کہنے پر سپاہیوں نے ہاتھ روک لیا، حضرت عابدؓ پر اس برتاؤ کا بڑا اثر ہوا، آپ نے اس کا شکریہ ادا کیا؛ لیکن لوٹا ہوا مال کسی نے واپس نہ کیا۔۔۔ (۲)

شہدائے بنی ہاشم کی تعداد

حضرت حسینؓ کے ساتھ بہتر (۷۲) آدمی شہید ہوئے، ان میں

۱۔ابن سعد:۶/ ۱۶۴)

۲۔(ابن اثیر:۴/۶۹،۷۰)

بیس آدمی خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے ا۔حسین بن علیؓ ۲۔عباس بن علیؓ ۳۔جعفر بن علیؓ ۴۔عبداللہ بن علی ۵۔عثمان بن علی ۶۔محمد بن علی ۷۔ابوبکر ابن علی ۸۔علی بن حسین بن علیؓ (علی اکبرؓ) ۹۔عبداللہ بن حسین ۱۰۔ ابوبکر بن حسنؓ ۱۱۔ عبداللہ بن حسنؓ ۱۲۔ قاسم بن حسنؓ ۱۳۔ عون بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ ۱۴۔محمد عبداللہ بن جعفر ۱۵۔جعفر بن عقیل بن ابی طالب ۱۶۔عبدالرحمن بن عقیل ۱۷۔عبداللہ بن عقیل ۱۸۔مسلم بن عقیلؓ ۱۹۔عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ ۲۰۔محمد بن ابوسعید بن عقیلؓ

امام کی شہادت کے بعد اہل بیت نبوی ﷺ میں زین العابدین ،حسن بن حسنؓ ، عمرو بن حسنؓ اور کچھ شیر خوار بچے باقی رہ گئے تھے،زین العابدینؓ بیماری کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے اور بچے شیر خواری کی وجہ سے بچ گئے۔

حسین بن علیؓ کے شہدائے اصحاب

۲۱۔ ابراہیم بن حضین اسدی

ابراہیم بن حضین اسدی امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں سے تھے، جنہوں نے واقعۂ کربلا میں آپ کے ساتھ حق کے دفاع میں جان قربان کی۔ وہ قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے تھے، جو کوفہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں اہلِ بیت کے وفاداروں میں مشہور تھے۔ ابراہیم بن حضین رضی اللہ عنہ نے 10 محرم 61 ہجری کو میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش کیا۔ [۱]

۲۲۔ ابوحتوف بن حارث انصاری

ابوحتوف بن حارث انصاری رضی اللہ عنہ شہدائے کربلا میں سے ایک باوفا، نیک طینت اور اہلِ بیت کے سچے جانثار تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ خزرج کے انصار سے تھا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدیم مددگاروں میں شمار ہوتا ہے۔ ابتدا میں وہ عمر بن سعد کی فوج میں

۱۔ (شیخ عباس قمی، نفس المهموم، ص 261؛ ابن طاؤس، لہوف فی قتلی الطفوف، ص 77؛ علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 101)۔

شامل تھے، لیکن جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی تنہائی اور اہلِ بیت پر مظالم دیکھے، تو دل پسیج گیا۔ آپ نے اپنے بھائی سعد بن حارث کے ساتھ دشمن کی صف چھوڑ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا، اور اسی راہِ وفا میں 10 محرم 61 ہجری کو شہید ہو گئے۔ [۱]

۲۳۔ ابو عامر نہشلی

ابو عامر نہشلی رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے جاں نثار اصحاب میں سے تھے، جنہوں نے واقعۂ کربلا میں امام عالی مقام کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا۔ آپ کا تعلق قبیلہ نَہشَل سے تھا، جو قبیلہ بنی تمیم کی ایک شاخ ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ ابتدا میں عمر بن سعد کی فوج میں شامل تھے، لیکن جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا موقف اور مظلومیت دیکھی، تو آپ نے حق کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ عاشور کے دن امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں دشمن کے

۱۔(ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج4، ص109؛ شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص264، مطبوعہ موسسۃ اہل البیت)

خلاف جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ [۱]

۲۴۔اسلم ترکی مولی و(خادم امام حسین)

اسلم ترکی مولی (خادم امام حسین رضی اللہ عنہ) ایک اہم اور وفادار شخصیت ہیں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قریب ترین خدمت گزاروں میں شمار ہوتے ہیں۔اسلم کا تعلق ایک غلام سے تھا،لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کی صحبت میں آنے کے بعد وہ بہت اہم مقام پر فائز ہو گئے۔وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں موجود تھے اور آپ کی خدمت میں رہے۔

سیرت اور کردار: اسلم ترکی مولی کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا کے میدان میں اہم خدمات انجام دینے کا شرف حاصل تھا۔ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوئے اور آپ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے جنگ میں شریک ہوئے۔اس کے علاوہ، اسلم

۱۔(شیخ عباس قمی، نفس المھموم،ص 264؛علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین،ص 109؛ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب،ج4،ص109)۔

نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری وقت میں بہت اہم کردار ادا کیا۔کربلا کے بعد اسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسمِ مبارک کو دفن کرنے میں مدد فراہم کی اور آپ کے بعد کے حالات میں بھی اہلِ بیت کی مدد کی۔

شہادت: اسلم ترکی مولی رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں شہادت پائی۔ان کی وفاداری اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا رشتہ ایک مثالی نمونہ ہے۔اسلم کا نام شہداء کربلا میں اہمیت رکھتا ہے کیونکہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار خادم اور جانثار تھے۔[۱]

۲۵۔ادہم بن امیہ عبدی

ادہم بن امیہ عبدی رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار اصحاب اور شہدائے کربلا میں سے تھے۔آپ قبیلہ بنی عبد القیس سے تعلق رکھتے تھے۔ادہم بن امیہ عبدی رضی اللہ عنہ ان جانثاروں

۱۔(ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج 4، ص 112؛ شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص 262؛ علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 113)

میں شامل تھے جنھوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت کا عہد کیا اور عاشور کے دن حق کی حمایت میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔ آپ کی قربانی، امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ وفاداری اور اہلِ بیت کی محبت کی روشن مثال ہے۔[۱]

۲۶۔ امیہ سعد طائی

امیہ بن سعد طائی رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار اور جان نثار اصحاب میں سے تھے، جو واقعۂ کربلا کے روز امام عالی مقام کے ساتھ شہادت کے عظیم رتبے پر فائز ہوئے۔ آپ کا تعلق قبیلہ طی سے تھا، جو اپنی بہادری، وفاداری اور شرافت میں عرب قبائل میں نمایاں تھا۔ امیہ بن سعد طائی رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت کے لیے اپنی جان قربان کر دی اور عاشور کے

۱۔ (شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص 262؛ علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 110؛ ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج4، ص110)

دن ثابت قدمی اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ [۱]

۲۷۔ انس بن حارث کہلی

انس بن حارث کہلی رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور ان خوش نصیب افراد میں شامل تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست ملاقات کی۔ آپ نے جنگِ بدر اور دیگر غزوات میں بھی شرکت کا شرف حاصل کیا۔ انس بن حارث رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی سننے کا بھی شرف حاصل تھا۔ اسی لیے جب کربلا کا وقت آیا تو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا اور میدانِ کربلا میں جانفشانی سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ آپ کی وفاداری اور

۱۔ (شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص 263)؛ (علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 111)؛ (ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج4، ص111)

قربانی رہتی دنیا تک یاد رکھی جائے گی۔ [۱]

۲۸۔ انیس بن معقل اصبحی

انیس بن معقل اصبحی رضی اللہ عنہ ایک وفادار صحابی اور شہید کربلا تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ اصبحہ سے تھا اور آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کے جان نثاروں میں شامل تھے۔ انیس بن معقل اصبحی رضی اللہ عنہ نے کربلا کے معرکے میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھرپور شجاعت دکھائی اور جان کی قربانی دی۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ سچائی اور وفاداری کا دامن تھامے رکھا، اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت میں اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ [۲]

۲۹۔ بریر بن خضیر ہمدانی

۱۔ (شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص 263)؛ (علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 112)؛ (ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج4، ص112)

۲۔ (شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص 263)؛ (علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 114)؛ (ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج4، ص113)۔

بریر بن خضیر ہمدانی رضی اللہ عنہ ایک عظیم صحابی اور شہید کربلا تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ ہمدان سے تھا، جو اپنی بہادری اور شجاعت کے لیے مشہور تھا۔ بریر بن خضیر رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے اور کربلا کے میدان میں آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ کا کردار بہادری، وفاداری اور اصولوں پر ثابت قدم رہنے کا مثالی تھا۔

ان کی شہادت کے بارے میں: بریر بن خضیر رضی اللہ عنہ نے کربلا کے دنوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے کے لیے اپنے خاندان کو چھوڑ دیا اور میدانِ جنگ میں شامل ہوئے۔ آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس جنگ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہوئے۔ [۱]

۱۔(شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص 267)؛(علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 115)؛(ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج4، ص114)

۳۰۔ بشر بن عبداللہ حضرمی

بشر بن عبداللہ حضرمی رضی اللہ عنہ کربلا کے عظیم شہداء میں شامل ہیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ حضرمی سے تھا اور آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار انصار میں سے تھے۔ بشر بن عبداللہ حضرمی رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شرکت کی اور آپ نے میدانِ جنگ میں بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ آپ کی شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہونے والے ظلم وستم کے ایک اہم حصہ کے طور پر یاد رکھی جاتی ہے۔

شہادت: بشر بن عبداللہ حضرمی رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں اپنی جان دی اور کربلا کے میدان میں شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کربلا کے دنوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں کی قربانیوں کا ایک نمایاں حصہ تھی۔ [۱]

۱۔ (شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص 267)؛ (علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 116)؛ (ابن شہرآشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج4، ص115)

۳۱۔ بشیر بن عمرو حضرمی

بشیر بن عمرو حضرمی رضی اللہ عنہ ایک عظیم صحابی اور شہید کربلا تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ حضرمی سے تھا اور آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے۔ بشیر بن عمرو حضرمی رضی اللہ عنہ نے کربلا کے معرکے میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت کے لیے اپنی جان کی قربانی دی اور میدان جنگ میں شہید ہوئے۔

شہادت اور کردار: بشیر بن عمرو حضرمی رضی اللہ عنہ نے کربلا کے دنوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے عہد کو نبھایا اور اپنی جان قربان کی۔ آپ نے بہادری اور شجاعت سے میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ بشیر بن عمرو حضرمی رضی اللہ عنہ کی قربانی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقصد کی حمایت اور دینِ اسلام کے لیے ان کے پختہ عزم کی علامت تھی۔ [۱]

۱۔ (شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص 268)؛ (علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 117)؛ (ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج4، ص116)

۳۲۔ بکر بن حی تیمی

بکر بن حی تیمی رضی اللہ عنہ کربلا کے شہداء میں سے ایک عظیم شخصیت ہیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ تیم سے تھا، جو کہ قریش کے اہم قبائل میں سے ایک تھا۔ بکر بن حی تیمی رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے اور کربلا میں آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

شہادت اور کردار: بکر بن حی تیمی رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں جنگ کی اور اپنے ایمان، وفاداری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں جان دی اور کربلا کے میدان میں شہید ہوئے۔ آپ کی قربانی امام حسین رضی اللہ عنہ کی حق پرستی کے پیغام کو زندہ رکھنے کا ایک نمایاں حصہ ہے۔[۱]

۱۔ (شیخ عباس قمی، نفس المهموم، ص 267)؛ (علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 116)؛ (ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج4، ص115)

۳۳۔حبیب بن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ

حبیب بن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ کوفہ کے معزز اور بزرگ شخصیات میں شمار ہوتے تھے۔آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں شامل تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔جب امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا پہنچے تو حبیب بن مظاہر نے وفاداری کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی جان قربان کرنے کا عزم کیا۔10 محرم کو نہایت شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

34۔مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ عنہ

مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ عنہ ایک عظیم صحابی تھے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور کربلا کے میدان میں جامِ شہادت نوش کیا۔مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ہمیشہ حق اور عدل کی حمایت کی،اور ان کی وفاداری امام حسین رضی

اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں اپنی جان کی قربانی دے کر ثابت ہوئی۔انھوں نے کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی اور ان کے حق میں لڑتے ہوئے شہادت حاصل کی۔ مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ عنہ کی شہادت مسلمانوں کے لئے ایک اہم درس ہے کہ کس طرح حق کے لئے لڑتے ہوئے اپنی جان دی جاتی ہے۔ان کی قربانی نے اہل حق کو سچ اور عدل کے راستے پر چلنے کا عزم دیا۔

35۔زہیر بن قین بجلی رضی اللہ عنہ

زہیر بن قین رضی اللہ عنہ کا تعلق بجیلہ قبیلے سے تھا،اور وہ ابتدائی طور پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ تھے۔ تاہم، جب ان کے سامنے امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقصد اور پیغام آیا،تو انھوں نے اپنے ضمیر کی آواز سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت کا فیصلہ کیا۔زہیر بن قین رضی اللہ عنہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے

ساتھ موجود تھے اور میدان جنگ میں اپنی جان کی قربانی دی۔ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں جہاد کیا اور یوں ان کا شمار کربلا کے عظیم شہداء میں کیا جاتا ہے۔ ان کا کردار اس بات کا غماز ہے کہ انسان کبھی بھی اپنے ضمیر کی آواز سُن کر حق کی طرف واپس آسکتا ہے۔

36۔ نافع بن ہلال بجلی رضی اللہ عنہ

نافع بن ہلال بجلی رضی اللہ عنہ ایک اہم شخصیت ہیں جو کربلا کے معرکے میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہوئے اور شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ ان کا تعلق بجیلہ قبیلے سے تھا، جو کہ ایک معروف عرب قبیلہ تھا۔

نافع بن ہلال کی کربلا میں شرکت: نافع بن ہلال رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہونے کے بعد میدان جنگ میں اپنے عظیم کردار کو ظاہر کیا۔ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ

کے دفاع میں بھرپور حصہ لیا اور دشمن کے خلاف جنگ کی۔ ان کا حوصلہ اور بہادری کربلا کی جنگ میں نمایاں تھی۔

شہادت: نافع بن ہلال رضی اللہ عنہ نے کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں اپنی جان دی اور اس جنگ میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ ان کی قربانی اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ حق کے لیے لڑنا اور اپنے امام کا ساتھ دینا ایک عظیم عمل ہے۔ [۱]

37۔ عابس بن ابی شبیب شاکری رضی اللہ عنہ

عابس بن ابی شبیب شاکری رضی اللہ عنہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے میدان جنگ میں انتہائی بہادری دکھائی اور دشمن کے خلاف جنگ کی۔ عابس رضی اللہ عنہ کی شہادت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار

ا۔ (شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص264 ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج4، ص109 علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص109)

تھے۔ ان کا کردار کربلا کی جنگ میں جرات اور وفاداری کا مظہر ہے۔

38۔ جون بن حوی مولیٰ ابی ذر

جون بن حوی مولیٰ ابی ذر رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں سے تھے۔ وہ حضرت ابوذر غفاری کے غلام تھے اور امام حسین کی تحریک میں شامل ہوئے۔ کربلا کے معرکے میں امام حسین کے ساتھ رہ کر انھوں نے دشمن کا مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔

39۔ شوذب بن عبداللہ المجاشعی

شوذب بن عبداللہ المجاشعی رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں سے تھے اور کربلا کے معرکے میں شریک ہوئے۔ وہ جنگ میں امام حسین کے ساتھ میدان میں موجود تھے اور انھوں نے دشمن کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی۔

۴۰۔ عمر بن جنادہ انصاری رضی اللہ عنہ

عمر بن جنادہ انصاری رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے جو جنگِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ وہ مدینہ منورہ کے جلیل القدر انصاری صحابہ میں سے تھے اور اصلاً قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ عمر بن جنادہ انصاری کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں کربلا پہنچے اور میدانِ جنگ میں شہادت کا جام نوش کیا۔ عمر بن جنادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں اپنی وفاداری اور ایمانداری کا مظاہرہ کیا، اور کربلا میں امام حسین کی حمایت میں اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ ان کی شہادت امام حسین کی تحریک کی عظمت اور قربانی کی ایک اہم مثال ہے۔ جنگ کے دوران امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا عزم اور شجاعت نمایاں تھی۔

41۔ عبدالرحمن بن عبدربہ انصاری

عبدالرحمن بن عبدربہ انصاری رضی اللہ عنہ، مدینہ کے انصار میں سے تھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے جاں نثار اصحاب میں شامل تھے۔ آپ نے شب عاشور امام کے ساتھ عہد کیا اور 10 محرم کو دشمنوں کے شدید حملے کے دوران شجاعت سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ آپ کا شمار ابتدائی شہداء میں ہوتا ہے۔ [۱]

۴۲۔ عمرو بن خالد صیداوی

عمرو بن خالد صیداوی رضی اللہ عنہ کوفہ کے وفادار شیعہ تھے۔ آپ نے اپنے بیٹے اور غلام کے ساتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ 10 محرم کو اپنے غلام سعد اور بیٹے خالد کے ہمراہ دشمن پر حملہ کیا اور وفاداری کی مثال قائم کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ [۲]

۴۳۔ سوار بن منعم

سوار بن منعم رضی اللہ عنہ ایک بہادر اور نڈر سپاہی تھے جو کربلا میں

۱۔ شیخ عباس قمی، نفس المهموم، ص263؛ ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ج4، ص107۔42.

۲۔ علامہ سماوی، ابصار العین، ص115؛ نفس المهموم، ص264۔43.

امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوئے۔ آپ نے جنگ کے دوران بے جگری سے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ کا تعلق بصرہ یا کوفہ سے بتایا جاتا ہے۔

۴۴۔ مجمع بن عبداللہ العائذی

مجمع بن عبداللہ العائذی رضی اللہ عنہ تابعین میں سے تھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مخلص ساتھیوں میں شامل تھے۔ وہ اہلِ بیت کی محبت میں کوفہ سے کربلا پہنچے اور یزیدی فوج کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ [1]

۴۵۔ نعیم بن عجلان انصاری

نعیم بن عجلان رضی اللہ عنہ انصارِ مدینہ سے تعلق رکھتے تھے اور بدری صحابہ کے خاندان سے تھے۔ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور عاشور کے دن دلیرانہ جنگ کرتے ہوئے جامِ شہادت

۱۔ نفس المهموم، ص 263؛ ابصار العین، ص 117۔45.

نوش کیا۔

۴۶۔قیس بن مسہر صیداوی

قیس بن مسہر رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خاص قاصد تھے جنہیں کوفہ میں مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کو خط پہنچانے کے لیے بھیجا گیا۔ابن زیاد نے انہیں گرفتار کر کے شہید کر دیا،لیکن وہ مرنے سے قبل منبر پر آلِ محمد کی مدح کرتے رہے۔

۴۷۔مالک بن انس کندی

مالک بن انس کندی رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آخری وقت تک رہے اور میدانِ کربلا میں شجاعت سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ان کا ذکر شہدائے کربلا کی فہرست میں مسلسل آتا ہے۔[۱]

48۔قرہ بن قیس صیداوی

۱۔ابصار العین،ص118؛نفس المھموم،ص264۔48.

قرہ بن قیس رضی اللہ عنہ، قبیلہ صیداوی سے تھے۔ آپ کا شمار ان مخلص ساتھیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے آخری لمحے تک امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ آپ نے عاشور کے دن بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت حاصل کی۔ [۱]

49۔ زید بن مظاہر کندی

زید بن مظاہر رضی اللہ عنہ کندہ قبیلے سے تھے۔ آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے کے ساتھ وفاداری نبھائی اور عاشور کے دن دشمن کی صفوں میں گھس کر قتال کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

50۔ عامر بن مسلم العبدی

عامر بن مسلم عبدی رضی اللہ عنہ، بصرہ کے رہائشی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے پرانے ساتھی تھے۔ وہ ابتدا میں مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے اور پھر کربلا پہنچ کر وفاداری کا عملی مظاہرہ کیا اور شہادت

۱۔ نفس المهموم، ص263؛ مناقب، ج4، ص108۔49.

پائی۔۔۔۔ [۱]

51۔ سعد بن حنظلہ تمیمی رضی اللہ عنہ

سعد بن حنظلہ تمیمی رضی اللہ عنہ قبیلہ تمیم کے بہادر اور دیندار افراد میں سے تھے۔ آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور کوفہ سے آ کر کربلا میں شمولیت اختیار کی۔ روز عاشور آپ نے دشمن کے کئی سپاہیوں کو قتل کیا اور دلیرانہ جنگ کی۔ ان کی وفاداری اور شجاعت اہل بیت کے لیے ان کے اخلاص کا مظہر تھی۔ وہ امام کے سامنے شہید ہوئے۔ [۲]

52۔ مسعود بن حجاج تیمی رضی اللہ عنہ

مسعود بن حجاج تیمی رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ کے ان اصحاب میں سے تھے جنہوں نے ابتدائی وقت میں آپ کا ساتھ دیا۔ آپ کی دینی بصیرت اور وفاداری مثالی تھی۔ کربلا میں آپ نے

۱۔ نفس المھموم، ص263؛ مناقب آل ابی طالب، ج4، ص108۔

۲۔ نفس المھموم، ص264؛ ابصار العین، ص109؛ مناقب آل ابی طالب، ج4، ص109۔

دشمن پر زبردست حملے کیے اور آخرکار شہادت پائی۔ آپ کی شہادت امام کے خیمے کے قریب ہوئی۔ (۱)

53۔ضرغامہ بن مالک عبدی رضی اللہ عنہ

ضرغامہ بن مالک عبدی رضی اللہ عنہ ایک شجاع اور وفادار سپاہی تھے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت کے لیے خود کو وقف کیا۔ آپ عبدالقیس کے حلیفوں میں سے تھے اور جنگ میں بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے کئی حملے کیے اور آخرکار دشمن کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ (۲)

54۔عمار بن ابی سلامہ دالانی رضی اللہ عنہ

عمار بن ابی سلامہ دالانی رضی اللہ عنہ کا تعلق دالان قبیلہ سے تھا۔ آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے سے مدینہ سے ہی شریک ہوئے تھے۔ میدان کربلا میں آپ نے زبردست بہادری کا

۱۔نفس المھموم،ص265؛ابصارالعین،ص110؛مناقب آل ابی طالب،ج4،ص110۔
۲۔نفس المھموم،ص266؛ابصارالعین،ص111؛مناقب آل ابی طالب،ج4،ص112۔

مظاہرہ کیا اور امام کے دفاع میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ①

55۔خلف بن مالک جہنی رضی اللہ عنہ

خلف بن مالک جہنی رضی اللہ عنہ قبیلہ جہینہ کے نیک اور بہادر شخص تھے۔آپ نے کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جانثاری کا عہد نبھایا۔آپ کی تلوار دشمنوں پر قہر بن کر گری۔ بالآخر جنگ کے دوران دشمن نے انہیں شہید کر دیا۔ ②

56۔سوید بن عمرو بن ابی المطاع رضی اللہ عنہ

سوید بن عمرو بن ابی المطاع رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ اور نیک سیرت صحابی تھے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کی۔ وہ ابتدائی حملے میں زخمی ہو کر گر گئے، مگر ہوش میں آ کر دوبارہ لڑے۔آپ نے دشمن کے کئی افراد کو زخمی کیا اور بالآخر شہید

۱۔نفس المھموم،ص267؛ابصار العین،ص113؛مناقب آل ابی طالب،ج4،ص113۔

۲۔نفس المھموم،ص268؛ابصار العین،ص114؛مناقب آل ابی طالب،ج4،ص114۔

ہوئے۔ ان کی شہادت وفا کی مثال سمجھی جاتی ہے۔ [۱]

57۔زاہر بن عمرو کندی رضی اللہ عنہ

زاہر بن عمرو کندی رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ کِندہ سے تھا اور وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے دلیر انصار میں شامل تھے۔ انہوں نے کربلا میں بڑی جواں مردی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ ان کی بہادری کا تذکرہ تمام شیعہ مصادر میں موجود ہے۔ آپ شہادت کے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ [۲]

58۔عمار بن حسن طائی رضی اللہ عنہ

عمار بن حسن طائی رضی اللہ عنہ قبیلہ طَیّ سے تھے اور کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت کے لیے حاضر ہوئے۔ وہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ شجاعت میں بھی معروف تھے۔ انہوں نے کئی دشمنوں کو قتل کیا اور اپنی جان قربان کر دی۔ آپ کی قربانی کو

۱۔(نفس المھموم، ص270؛ ابصار العین، ص120؛ مناقب آل ابی طالب، ج4، ص117)

۲۔(نفس المھموم، ص271؛ ابصار العین، ص121؛ مناقب آل ابی طالب، ج4، ص118)

شیعہ علما نے ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ [۱]

59۔عبداللہ بن بشر خشعمی رضی اللہ عنہ

عبد اللہ بن بشر خشعمی رضی اللہ عنہ شجاع اور صاحبِ تقویٰ تھے۔ انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی دعوت پر لبیک کہا اور مدینہ سے کربلا آئے۔ دشمنوں کے سخت حملے میں زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ ان کی شہادت حق و باطل کے معرکہ میں ایک روشن مثال ہے۔ [۲]

60۔جابر بن حجاج تیمی رضی اللہ عنہ

جابر بن حجاج تیمی رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خاص اصحاب میں شامل تھے جنہوں نے مکہ سے ان کے ساتھ سفر کیا۔ ان کا شمار انصارِ حسین میں وفادار اور جاں نثار افراد میں ہوتا ہے۔ وہ کربلا میں دشمنوں کے نرغے میں دلیرانہ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی قربانی کو ہمیشہ یاد رکھا جاتا ہے۔

۱۔(نفس المھموم،ص272؛ابصار العین،ص122؛مناقب آل ابی طالب،ج4،ص119)

۲۔(نفس المھموم،ص273؛ابصار العین،ص123؛مناقب آل ابی طالب،ج4،ص120)

61۔سعد بن عبداللہ حنفی رضی اللہ عنہ

سعد بن عبداللہ حنفی رضی اللہ عنہ کوفہ کے باوفا اور نیک سیرت افراد میں سے تھے۔انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور ان کے ساتھ کربلا میں شریک ہوئے۔میدانِ جنگ میں شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ان کی وفاداری کو شیعہ مصادر میں سراہا گیا ہے۔[۱]

62۔عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ کے انصار میں سے تھے جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا پہنچے۔انہوں نے دشمن کے خلاف دلیرانہ جنگ کی اور شہادت پائی۔ان کی قربانی کو شیعہ تاریخ میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱

63۔ سعد بن حرث انصاری رضی اللہ عنہ

سعد بن حرث انصاری رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے کربلا میں دشمن کے خلاف بہادری سے لڑائی کی اور شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کو شیعہ کتب میں نمایاں مقام حاصل ہے۔

64۔ ابوالشعثا یزید بن زیاد کندی رضی اللہ عنہ

ابوالشعثا یزید بن زیاد کندی رضی اللہ عنہ قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتے تھے اور تیراندازی میں ماہر تھے۔ انہوں نے کربلا میں دشمن کے کئی سپاہیوں کو تیر سے ہلاک کیا۔ بالآخر دشمن کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان کی مہارت اور وفاداری کو شیعہ مصادر میں سراہا گیا ہے۔[۱]

65۔ سالم مولیٰ بنی مدینہ رضی اللہ عنہ

سالم مولیٰ بنی مدینہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے آزاد کردہ غلام تھے جو امام

۱۔ نفس المھموم، ص278؛ ابصار العین، ص128؛ مناقب آل ابی طالب، ج4، ص125۔ ۶۵۔

حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا آئے۔ انہوں نے میدانِ جنگ میں دشمن کے خلاف شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ شہادت کے بعد ان کا نام وفاداروں میں شمار ہوتا ہے۔

66۔عبداللہ بن عمر کلبی رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن عمر کلبی رضی اللہ عنہ قبیلہ کلب سے تعلق رکھتے تھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے کربلا میں دشمن کے خلاف بہادری سے لڑائی کی اور شہید ہوئے۔ ان کی قربانی کو شیعہ تاریخ میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔

67۔عمر بن قرط نخعی رضی اللہ عنہ

عمر بن قرط نخعی رضی اللہ عنہ قبیلہ نخع سے تعلق رکھتے تھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے کربلا میں دشمن کے خلاف بہادری سے لڑائی کی اور شہید ہوئے۔ ان کی قربانی کو شیعہ تاریخ میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔

68۔ یزید بن ثبیط عبدی رضی اللہ عنہ

یزید بن ثبیط عبدی رضی اللہ عنہ قبیلہ عبدی سے تعلق رکھتے تھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے کربلا میں دشمن کے خلاف بہادری سے لڑائی کی اور شہید ہوئے۔ ان کی قربانی کو شیعہ تاریخ میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔۔۔۔۔[۱]

69۔ عزرہ بن قیس رضی اللہ عنہ

عزرہ بن قیس رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے کربلا میں دشمن کے خلاف بہادری سے لڑائی کی اور شہید ہوئے۔ ان کی قربانی کو شیعہ تاریخ میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔

70۔ سعد مولیٰ عمرو بن خالد رضی اللہ عنہ

۱۔ نفس المھموم، ص282؛ ابصار العین، ص132؛ مناقب آل ابی طالب، ج4، ص129۔

سعد مولیٰ عمرو بن خالد رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے کربلا میں دشمن کے خلاف بہادری سے لڑائی کی اور شہید ہوئے۔ ان کی قربانی کو شیعہ تاریخ میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔[۱]

71۔ قعنب بن عمرو نخعی رضی اللہ عنہ

قعنب بن عمرو نخعی رضی اللہ عنہ قبیلہ نخع سے تعلق رکھتے تھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے وفادار ساتھیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے کربلا میں دشمن کے خلاف بہادری سے لڑائی کی اور شہید ہوئے۔ ان کی قربانی کو شیعہ تاریخ میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔[۲]

72۔ حبیب بن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ

حبیب بن مظاہر اسدی رضی اللہ عنہ کا شمار کربلا کے عظیم ترین شہداء میں ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق قبیلۂ بنی اسد سے تھا اور آپ امام حسین

۱۔ نفس المھموم، ص 284؛ ابصار العین، ص 134؛ مناقب آل ابی طالب، ج 4، ص 131۔
۲۔ نفس المھموم، ص 285؛ ابصار العین، ص 135؛ مناقب آل ابی طالب، ج 4، ص 132۔

رضی اللہ عنہ کے دیرینہ وفاداروں میں سے تھے۔ حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کی عمر کربلا کے دنوں میں تقریباً 75 سال تھی، اور آپ کا شمار ایسے بزرگ صحابہ میں ہوتا ہے جنھوں نے اسلام کی ابتدائی جہاد میں حصہ لیا۔ آپ کا کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت شجاعانہ کردار نمایاں ہوا جب دشمنوں نے آپ کے مقابلے میں آکر آپ کو شہید کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے کربلا کے میدان میں بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔

شہادت: حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے حکم پر میدان میں دشمن کے ساتھ آخری معرکے میں شرکت کا موقع ملا، اور انھوں نے دشمنوں کو کئی گھنٹوں تک پسپائی پر مجبور کیا۔ آخر کار جب آپ کا جسم تھک چکا تھا، دشمن نے آپ کو شہید کر دیا اور آپ کا سر امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ کی شہادت نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدد کی، اور آپ کا خون کربلا کے دنوں میں

حق کے لئے قربانی کے نشان کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ [1]

تجہیز و تکفین

شہادت کے دوسرے یا تیسرے دن غاضریہ کے باشندوں نے شہداء کی لاشیں دفن کیں، حضرت حسینؓ کا لاشہ بے سر کے دفن کیا گیا، سر مبارک ابن زیاد کے ملاحظہ کے لئے کوفہ بھیج دیا گیا تھا، ابن زیاد کے سامنے جب سر پیش ہوا تو چھڑی سے لب اور دندان مبارک کو چھیڑنے لگا، حضرت زید بن ارقمؓ بھی موجود تھے، ان سے یہ نظارہ نہ دیکھا گیا، فرمایا، چھڑی ہٹالو، خدائے واحد کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبِ مبارک کو ان لبوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے، یہ کہہ کر بے اختیار رو دیے، ابن زیاد بولا، خدا تیری آنکھوں کو ہمیشہ رلائے، اگر تو بڈھا پھوس نہ ہوتا اور تیرے حواس

ا۔ شیخ عباس قمی، نفس المھموم، ص 264 علامہ سماوی، ابصار العین فی انصار الحسین، ص 109 ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالب، ج 4، ص 109

جاتے نہ رہے ہوتے تو تیری گردن اڑا دیتا ،ابن زیاد کے یہ گستاخانہ کلمات سن کر آپ نے فرمایا کہ قوم عرب آج سے تم نے غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا،تم نے ابن مرجانہ کے کہنے سے حسینؓ بن فاطمہؓ کو قتل کردیا، ابن مرجانہ نے تمہارے بھلے آدمیوں کو قتل کیا اور بڑوں کو غلام بنایا اور تم نے یہ ذلت گوارا کرلی اس لئے ذلیلوں سے دور رہنا بہتر ہے یہ کہ کر اس کے پاس سے چلے گئے۔ [۱]

اہل بیت کا سفر کوفہ

حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد شامی بقیۃ السیف اہل بیت کو کربلا سے کوفہ لے چلے، اس وقت تک شہداء کی لاشیں اسی طرح بے گور و کفن پڑی ہوئی تھیں،اہل بیت کا یہ ستم رسیدہ اور لٹا ہوا قافلہ اسی راستہ سے گزرا، بے گور و کفن لاشوں پر عورتوں کی نظر پڑی تو

۱۔(ابن اثیر:۴/ ۶۹،۷۰)

قافلہ میں ماتم بپا ہو گیا، حضرت حسینؓ کی بہن اور صاحبزادیوں نے سر پیٹ لئے زینب رو رو کر کہتی تھیں کہ

اے محمد گر قیامت سر بروں آری نر خاک

سر بروں آرو قیامت درمیان خلق بین

اے دادا جان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس پر ملائکہ آسمانی درود و سلام بھیجتے ہیں، آیئے دیکھئے حسینؓ کا لاشہ چٹیل میدان میں اعضا بریدہ، خاک وخون میں آلودہ پڑا ہے، آپ کی لڑکیاں قید ہیں آپ کی ذریت مقتول بھی ہوئی ہے، ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے، یہ دلدوز بین سن کر دوست و دشمن سب رو دیئے۔

اسی طریقہ سے یہ قافلہ کوفہ لے جا کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا، اس وقت زینب ننگے پاؤں، نہایت خراب لباس اور خستہ حالت میں تھیں، لونڈیاں ساتھ تھیں، ابن زیاد نے اس زبوں حالت میں دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟ زینبؓ نے کوئی جواب نہ دیا،

اس کے مکرر سہ مکرر سوال پر ایک لونڈی نے کہا کہ زینب بنت فاطمہؓ ہیں، یہ سن کر اس سنگدل نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو رسوا کیا، تمہیں قتل کیا اور تمہاری جدتوں کو جھٹلایا، زینبؓ نے جواب دیا، تیرا خیال غلط ہے، خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نوازا اور ہم کو پاک کیا ہم نہیں؛ بلکہ فاسق (ابن زیاد) رسوا ہوتے ہیں اور جھٹلائے جاتے ہیں، ابن زیاد بولا تم نے دیکھا خدا نے تمہارے اہل بیت کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ زینبؓ نے جواب دیا، ان کی قسمت میں شہادت مقدر ہو چکی تھی، اس لئے وہ مقتل میں آئے اور عنقریب وہ اور تم خدا کے روبرو جمع ہوگے، اس وقت وہ اس کے سامنے اس کا انصاف طلب کریں گے، یہ دندان شکن جوابات سن کر ابن زیاد غصہ سے بے تاب ہو کر بولا، خدا نے تمہارے اہل بیت کے سرکش اور نافرمان آدمی سے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا، شہید بھائی پر یہ چوٹ سن کر زینبؓ ضبط نہ کر سکیں اور رو کر کہنے لگیں، میری عمر کی

قسم تم نے ہمارے ادھیڑوں کو قتل کیا ، ہمارے گھر والوں کو نکالا، ہماری شاخوں کو کاٹا، اور ہماری جڑ کو اکھاڑا، اگر اسی سے تمہاری تسکین ہوتی تو ہوگئی، ابن زیاد زینبؓ کے یہ بیباکانہ جوابات سن کر بولا، یہ جرأت اور یہ شجاعت! میری عمر کی قسم تمہارے باپ بھی شجاع تھے، زینبؓ بولیں، عورتوں کو شجاعت سے کیا تعلق۔

اس کے بعد زین العابدینؓ پر اس کی نظر پڑی، پوچھا، تمہارا نام کیا ہے جواب دیا علی بن حسینؓ، نام سن کر کہنے لگا، کیا خدا نے علی بن حسینؓ کو قتل نہیں کیا؟ زین العابدینؓ خاموش رہے، ابن زیاد نے کہا بولتے کیوں نہیں؟ فرمایا میرے دوسرے بھائی کا نام بھی علی تھا، وہ قتل ہوئے ، ابن زیاد نے کہا ان کو خدا نے قتل نہیں کیا ، زین العابدینؓ پھر چپ ہو گئے ابن زیاد نے پھر پوچھا چپ کیوں ہو؟ انہوں نے جواب میں یہ آیت تلاوت کی:

اللّٰہُ یَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا

(الزمر: ۴۲)

اللہ ہی نفسوں کو موت دیتا ہے جب ان کی موت کا وقت آتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ

(آل عمران: ۱۴۵)

کسی نفس میں یہ مجال نہیں کہ بغیر اذن خداوندی کے مر جائے۔

ان کا جواب سن کر کہا تم بھی ان ہی میں ہو اور ان کے بلوغ کی تصدیق کرا کے قتل کا حکم دیا، یہ حکم سن کر زین العابدینؓ نے کہا ان عورتوں کو کس کے سپرد کرو گے، جان نثار پھوپھی زینبؓ یہ سفاکانہ حکم سن کر تڑپ گئیں اور ابن زیاد سے کہا ابھی تک تم ہمارے خون سے سیر نہیں ہوئے، کیا ہمارا کوئی بھی آسرا باقی نہ رکھو گے، یہ کہہ کر زینبؓ، زین العابدین سے چمٹ گئیں اور ابن زیاد سے مصر ہوئیں کہ تم کو خدا کی قسم اگر ان کو قتل کرنا چاہتے ہو تو ان کے ساتھ مجھ کو بھی

قتل کردو، لیکن زین العابدینؓ پر مطلق کوئی ہراس طاری نہ ہوا، انہوں نے نہایت سکون اور اطمینان سے کہا، اگر تم مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہو تو عزیز داری کا پاس کر کے اتنا کرو کہ کسی متقی آدمی کو ان عورتوں کے ساتھ کردو، جو ان کو اچھی طرح پہنچادے، زین العابدینؓ کی یہ درخواست سن کر ابن زیاد ان کا منہ تکنے لگا اور اس شقی کے دل میں بھی رحم آ گیا حکم دیا کہ اس لڑکے کو عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے چھوڑ دو۔

سفر شام

ابن زیاد نے اہل بیت کے حالات اور شہداء کے سروں کا معائنہ کرنے کے بعد انہیں شام روانہ کر دیا اور خدا خدا کر کے اہل بیت کرام کی در بدری کی مصیبت ختم ہوئی۔

شام سے اہل بیت کی مدینہ روانگی

یزید نے نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ اہل بیت کی ضروریات کا کل سامان مہیا کیا جائے اور چند دیانتدار اور نیک شامیوں کے ساتھ انہیں رخصت کیا جائے اور حفاظت کے لئے مدینہ تک سواروں کا دستہ ساتھ جائے، اس حکم پر جملہ ضروری سامان مہیا کیا گیا اور یزید نے انہیں رخصت کیا جو لوگ حفاظت کے لئے ساتھ کئے گئے تھے، انہوں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے، ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتے تھے، جہاں قافلہ منزل کرتا تھا، یہ لوگ پردہ کے خیال سے الگ ہٹ جاتے تھے، اسی حفاظت و مدارات کے ساتھ قافلہ کو مدینہ پہنچایا، مخدرات اہل بیت کے شریف اور منت پذیر دل ان محافظوں کے شریفانہ سلوک سے بہت متاثر ہوئے؛ چنانچہ فاطمہؓ اور زینبؓ نے اپنے کنگن اور بازو بند اتار کر شکرانہ کے طور پر بھیجے اور زبانی کہلایا کہ اس وقت ہم معذور ہیں، اسی قدر معاوضہ دے سکتے ہیں؛ لیکن نعمان بن بشیر نے اس کو

واپس کر دیا اور کہا اگر ہم نے دنیاوی منفعت کے لئے یہ خدمت کی ہوتی تو یہ چیزیں معاوضہ ہو سکتی تھیں، لیکن خدا کی قسم ہم نے جو کچھ کیا وہ خالصۃً للہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے خیال سے کیا ہے۔ (۱)

فضل وکمال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حسینؓ کمسن بچہ تھے اس لئے براہ راست ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کا موقع نہ ملا، لیکن حضرت علیؓ جیسے مجمع البحرین علم وعمل باپ کی تعلیم وتربیت نے اس کی پوری تلافی کر دی، تمام اربابِ سیر آپ کے کمالات علمی کے معترف ہیں ،علامہ ابن عبدالبر، امام نوی، علامہ ابن اثیر تمام بڑے بڑے ارباب سیر اس پر متفق ہیں کہ حسینؓ بڑے فاضل تھے (دیکھو استیعاب ابن عبدالبر، تہذیب الاسماء نووی اور اسد الغابہ وغیرہ تراجم

۱۔(ابن اثیر:۴/۷۶)

حسین رضؓ) لیکن افسوس اس اجمالی سند کے علاوہ واقعات کی صورت میں ان کمالات کو کسی سیرت نگار نے قلمبند نہیں کیا۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حسین رضؓ خانوادہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رکن رکین تھے، اس لئے آپ کو احادیث کا بہت بڑا حافظ ہونا چاہیے تھا، لیکن صغرسنی کے باعث آپ کو اس کے مواقع کم ملے اور جو ملے بھی اس میں ابھی آپ کا فہم و حافظہ اس لائق نہ تھا کہ سمجھ کر محفوظ رکھ سکتے ،اس لئے براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔سنی ہوئی مرویات کی تعداد کل آٹھ ہے۔[1]

جو آپ کی کمسنی کو دیکھتے ہوئے کم نہیں کہی جاسکتی البتہ بالواسطہ روایات کی تعداد کافی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ جن بزرگوں

۱۔(تہذیب الکمال:۸۳)

سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں، ان کے نام حسب ذیل ہیں:
حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ زہراؓ، ہند ابی ہالہ، عمر بن الخطابؓ وغیرہ
جن رواۃ نے آپ سے روایتیں کی ہیں ان کے نام یہ ہیں، آپ کے برادر بزرگ حضرت حسنؓ، صاحبزادہ علی اور زید، صاحبزادی سکینہ، فاطمہ، پوتے ابوجعفر الباقر، عام رواۃ میں شعبی، عکرمہ، کرز التیمی سنان بن ابی سنان دولی، عبداللہ بن عمرو بن عثمان، فرزدق شاعر وغیرہ۔[1]

فقہ وفتاویٰ

قضا وافتا میں حضرت علیؓ کا پایہ تمام صحابہؓ میں بڑا تھا، اس موروثی دولت میں حضرت حسینؓ کو بھی وافر حصہ ملا تھا؛ چنانچہ ان کے معاصر ان سے استفتا کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ابن زبیرؓ کو جو عمر میں ان سے بڑے اور خود بھی صاحب کمال بزرگ تھے، قیدی کی

۱۔(تہذیب التہذیب:۴/ ۳۴۵)

رہائی کے بارہ میں استفتا کی ضرورت ہوئی، تو انہوں نے حضرت حسینؓ کی طرف رجوع کیا اور ان سے پوچھا، ابوعبداللہ قیدی کی رہائی کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے اس کی رہائی کا فرض کسی پر عائدہ ہوتا ہے، فرمایا ان لوگوں پر جن کی حمایت میں وہ لڑا ہو۔

اس طرح ایک مرتبہ ان کو شیرخوار بچہ کے وظیفہ کے بارہ میں استفسار کی ضرورت ہوئی تو اس میں بھی انہوں نے حضرت حسینؓ کی طرف رجوع کیا آپ نے بتایا کہ پیدائش کے بعد ہی جب سے بچہ آواز دیتا ہے وظیفہ واجب ہو جاتا ہے۔

اسی طریقہ سے کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارہ میں پوچھا، آپ نے اس سوال پر اسی وقت اونٹنی کا دودھ دہا کر کھڑے کھڑے پیا، آپ کھڑے ہو کر کھانے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے؛ چنانچہ بھنا ہوا بکری کا گوشت لے لیتے تھے اور کھاتے کھلاتے چلے جاتے

تھے۔۔ (۱)

خطابت

ان مذہبی کمالات کے علاوہ اس عہد کے عرب کے مروجہ علوم میں بھی پوری دستگاہ رکھتے تھے، خطابت اس زمانہ کا بڑا کمال تھا، آپ کے والد بزرگوار حضرت علیؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے خطیب تھے، نہج البلاغہ کے خطبات آپ کے کمال خطابت کے شاہد ہیں، حضرت حسینؓ کو بھی اس موروثی کمال سے وافر حصہ ملا تھا اور ان کا شمار اس عہد کے ممتاز خطیبوں میں تھا، واقعہ شہادت کے سلسلہ میں آپ کے بہت سے خطبات گزر چکے ہیں ان سے آپ کی خطابت کا پورا اندازہ ہو گیا ہوگا۔

شاعری

۱۔(یہ تینوں واقعات استیعاب سے ماخوذ ہیں:۱/ ۱۴۸)

ادب اور تذکرہ وتراجم کی کتابوں میں آپ کی جانب بہت سے حکیمانہ اشعار منسوب ہیں؛ لیکن ان کی صحت مشکوک ہے۔

کلمات طیبات

آپ کے کلماتِ طیبات اور حکیمانہ مقولے اخلاق وحکمت کا سبق ہیں فرماتے تھے، سچائی عزت ہے، جھوٹ عجز ہے، رازداری امانت ہے، حق جوار قرابت ہے اور دوستی ہے، عمل تجربہ ہے، حسن خلق عبادت ہے، خاموشی زینت ہے، بخل فقر ہے، سخاوت دولتمندی ہے، نرمی عقلمندی ہے، ایک مرتبہ آپ نے حسن بصریؒ سے چند اخلاقی باتیں کیں وہ آپ کو پہچانتے تھے، اس لئے یہ باتیں سن کر متعجب ہوئے، آپ جب چلے گئے تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون تھے لوگوں نے کہا حسینؓ بن علیؓ، یہ سن کر حسن بصریؒ نے کہا تم نے میری مشکل حل کردی، یعنی اب کوئی تعجب کی بات نہیں۔ [۱]

۱۔(یعقوبی:۲/ ۲۹۲)

فضائل اخلاق

آپ کی ذات گرامی فضائل اخلاق کا مجموعہ تھی ارباب سیر لکھتے ہیں کہ کان الحسین رضی اللہ عنہ کثیر الصلوٰۃ والصوم والحج والصدقۃ وافعال الخیر جمیعا یعنی حضرت حسینؓ بڑے نمازی، بڑے روزہ دار، بہت حج کرنے والے، بڑے صدقہ دینے والے اور تمام اعمال حسنہ کو کثرت سے کرنے والے تھے۔ [۱]

عبادت

فضائل اخلاق میں راس الاخلاق عبادت الٰہی ہے، حضرت حسینؓ کو تمام عبادات خصوصاً نماز سے بڑا ذوق تھا، اس کی تعلیم بچپن میں خود صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حاصل کی تھی، اس تعلیم کا اثر یہ تھا کہ آپ بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، کثرت عبادت کی وجہ

۱۔(استیعاب واسد الغابہ، تذکرہ حسین)

سے آپ کو بیویوں سے بھی ملنے کا کم موقع ملتا تھا، ایک مرتبہ کسی نے امام زین العابدین سے کہا تمہارے باپ کی اولاد کس قدر کم ہے آپ نے فرمایا اس پر تعجب کیوں ہے، وہ رات اور دن میں ایک ایک ہزار نمازیں پڑھتے تھے، عورتوں سے ملنے کا انہیں موقعہ کہاں ملتا تھا۔ (۱)

یہ روایت مبالغہ آمیز ہے، اس سے زندگی کی دوسری ضروریات کے ساتھ ایک ایک ہزار رکعتیں روزانہ پڑھنا ناممکن ہے، غالباً راوی سے سہو ہوگیا ہے؛ لیکن اس سے ان کی کثرتِ عبادات کا ضرور پتہ ملتا ہے۔

روزہ بھی کثرت کے ساتھ رکھتے تھے، تمام ارباب سیر آپ کی کثرت صیام پر متفق ہیں حج بھی بکثرت کرتے تھے اور اکثر پاپیادہ حج گئے، زہیر بن بکار مصعب سے روایت کرتے ہیں کہ حسینؓ نے

۱۔(استیعاب واسد الغابہ، تذکرہ حسینؓ)

پچیس حج پاپیادہ کئے۔ [۱]

صدقات وخیرات

مالی اعتبار سے آپ کو خدا نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی اسی فیاضی سے آپ اس کی راہ میں خرچ کرتے تھے، ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حسینؓ خدا کی راہ میں کثرت سے خیرات کرتے تھے۔ [۲]

کوئی سائل کبھی آپ کے دروازہ سے ناکام نہ واپس ہوتا تھا ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں پھرتا پھراتا ہوا در دولت پر پہنچا، اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے، سائل کی صدا سن کر جلدی جلدی نماز ختم کر کے باہر نکلے، سائل پر فقر وفاقہ کے آثار نظر آئے، اسی وقت قنبر خادم کو آواز دی، قنبر حاضر ہوا، آپ نے پوچھا ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے، قنبر نے جواب

۱۔(یعقوبی:۲/ ۱۹۲، ۱۹۳)

۲۔(تہذیب الاسماء نوی:۲/ ۱۶۳)

دیا، آپ نے دوسو درہم اہل بیت میں تقسیم کرنے کے لئے دیئے تھے وہ ابھی تقسیم نہیں کئے گئے ہیں، فرمایا اس کو لے آؤ، اہل بیت سے زیادہ ایک مستحق آ گیا ہے؛ چنانچہ اسی وقت دوسو کی تھیلی منگا کر سائل کے حوالہ کردی اور معذرت کی کہ اس وقت ہمارا ہاتھ خالی ہے، اس لئے اس سے زیادہ خدمت نہیں کر سکتے۔ (۱)

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جب آپ کے پاس بصرہ سے آپ کا ذاتی مال آتا تھا تو آپ اسی مجلس میں اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔ (۲)

صدقات وخیرات کے علاوہ بھی آپ بڑے فیاض اور سیر چشم تھے، شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتے تھے، حضرت حسنؓ بھی فیاض تھے، لیکن آپ کی فیاضی برمحل اور مستحق اشخاص کے لئے ہوتی تھی، اس لئے ان کو حضرت حسینؓ کی بے محل فیاضیاں پسند نہ آتیں تھیں؛ چنانچہ ایک مرتبہ ان کو اس غلط بخشی پر ٹوکا، حضرت حسینؓ نے

۱۔(ایضا:۳۲۳)

۲۔(ابن عساکر:۴/۳۱۲)

جواب دیا کہ بہترین مال وہی ہے جس کے ذریعہ سے آبرو بچائی جائے۔[۱]

انکسار و تواضع

لیکن اس وقار و سکینہ کے باوجود تمکنت و خود پسندی مطلق نہ تھی اور آپ حد درجہ خاکسار اور متواضع تھے، ادنی اشخاص سے بے تکلف ملتے تھے، ایک مرتبہ کسی طرف جا رہے تھے، راستہ میں کچھ فقراء کھانا کھا رہے تھے، حضرت حسینؓ کو دیکھ کر انہیں بھی مدعو کیا ان کی درخواست پر آپ فوراً سواری سے اتر پڑے اور کھانے میں شرکت کر کے فرمایا کہ تکبر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا اور فقراء سے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے اس لئے تم بھی میری دعوت قبول کرو اور ان کو گھر لے جا کر کھانا کھلایا، ایثار و حق پرستی آپ کی کتاب فضائل اخلاق کا نہایت جلی عنوان ہے اس

۱۔(ایضا:۳۲۲)

کی مثال کے لئے تنہا واقعہ شہادت کافی ہے کہ حق کی راہ میں سارا کنبہ تہِ تیغ کرادیا لیکن ظالم حکومت کے مقابلہ میں سپر نہ ڈالی۔

استقلال ورائے

حضرت حسنؓ سراپا حلم تھے، آپ کے مزاج میں مطلق گرمی نہ تھی بنو ہاشم اور بنو امیہ میں بہت قدیم رقابت تھی، لیکن حسنؓ نے اس رقابت کو بھی دل سے فراموش کر دیا تھا، اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ بنی امیہ کے مقابلہ میں خلافت سے دست بردار ہو گئے ،اس باب میں حضرت حسینؓ کا حال حضرت حسنؓ سے بالکل مختلف تھا، بنی امیہ کے مقابلہ میں آپ کسی دست برداری اور مصالحت کو پسند نہیں فرماتے تھے، جس پر آپ کی تقریریں شاہد ہیں اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب امام حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت حسینؓ نے نہایت سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی، لیکن امام حسنؓ نے ان کی مخالفت کے باوجود اپنا ارادہ نہ بدلا اور خلافت سے

دست بردار ہوکر دنیا کو بتلادیا کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے مقابلہ میں حکومت سلطنت کی بھی کوئی قیمت نہیں، لیکن حضرت حسینؓ کی یہ کیفیت بھی حق پرستی ہی کا نتیجہ تھی، اس لئے دونوں بزرگوں کے اوصاف، اخلاق کے دو مختلف مظاہر تھے۔

ذاتی حالات، ذریعہ معاش

حضرت حسینؓ مالی حیثیت سے ہمیشہ فارغ البال رہے اور بہت عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کی، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں ۵ ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا، جو حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک برابر ملتا رہا، اس کے بعد حضرت حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری کے وقت امیر معاویہؓ سے ان کے لئے دو لاکھ سالانہ مقرر کرادیئے تھے، غرض اس حیثیت سے آپ کی زندگی مطمئن تھی۔

حلیہ

حضرت امام حسنؓ وحسینؓ دونوں بھائی شکل وصورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔[1]

ازواج واولاد

آپ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں آپ کی ازواج میں لیلیٰ، حباب، حرار، اورغزالہ تھیں، ان سے متعدد اولادیں ہوئیں، جن میں علی اکبر، عبداللہ اورایک چھوٹے صاحبزادے واقعہ کربلا میں شہید ہوئے ،امام زین العابدین باقی تھے، انہیں سے نسل چلی ،صاحبزادیوں میں سکینہ، فاطمہ اورزینب تھیں۔

بعض پچھلی کتابوں میں حضرت امام حسینؓ کی ازواج میں ایک کا نام یزدگرد شاہ ایران کی لڑکی شہر بانوں کا بھی ملتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؓ ان ہی کے بطن سے تھے، لیکن کسی قدیم ماخذ میں اس کا ذکرنہیں ہے، اس لئے قابل اعتماد نہیں اور

ا۔(اس کا ذکر حدیث کی متعدد کتابوں میں ہے)

ایرانیوں نے سیاسی مقصد کے لئے گھڑی ہے۔

قاتلین امام حسینؓ کا عبرتناک انجام

ابن سعد کا قتل:

مختار نے ایک دن کہا کہ میں کل ایک شخص کو قتل کروں گا میرے اس عمل سے تمام مومنین اور ملائکہ مقربین بھی خوش ہوں گے۔ ہیثم بن اسود نخعی اس وقت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ سمجھ گیا کہ عمرو بن سعد کل مارا جائے گا۔ مکان پر آ کر اس نے اپنے بیٹے کو رات میں ابن سعد کے پاس بھیج کر اطلاع کر دی کہ تم اپنی حفاظت کا انتظام کرو۔ مختار کل تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ مگر مختار چونکہ اپنے خروج کے ابتدائی زمانے میں ابن سعد سے نہایت ہی اخلاق کے ساتھ پیش آتا تھا اس لئے اس نے کہا مختار ہمیں نہیں قتل کریگا۔ دوسرے دن صبح کو مختار نے ابن سعد کو بلانے کیلئے آدمی بھیجا اس نے اپنے بیٹے

حفص کو بھیج دیا۔مختار نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ خلوت نشین ہو گیا ہے اب گھر سے باہر نہیں نکلتا۔مختار نے کہا اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کے لئے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون بہایا تھا۔اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر بیٹھا ہے۔؟ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے دن وہ کیوں خانہ نشین نہیں ہوا تھا؟۔مختار نے اپنے کوتوال ابو عمرہ کو بھیجا کہ ابن سعد کا سر کاٹ کر لے آئے۔وہ ابن سعد کے پاس گیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنی قبا کے دامن میں چھپا کر مختار کے پاس لایا اور اس کے سامنے رکھ دیا۔مختار نے حفص سے پوچھا پہچانتے ہو یہ سر کس کا ہے؟ اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی پھر کہا یہ میرے باپ کا سر ہے اور اب ان کے بعد زندگی میں کوئی مزا نہیں۔مختار نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو اور تم زندہ بھی نہیں رہو گے پھر اسے بھی قتل کرا دیا اور کہا باپ کا سر امام حسین علیہ السلام کا بدلہ ہے اور بیٹے کا سر امام علی اکبر رضی اللہ

عنہ کا۔ اگرچہ وہ دونوں ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ خدا کی قسم اگر میں قریش کے تین دستے بھی قتل کر ڈالوں تب بھی وہ سب امام حسین علیہ السلام کی انگلیوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر مختار نے دونوں کے سر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔ [۱]

خولی بن یزید کو قتل کے بعد جلا دیا گیا:

خولی وہ بد بخت انسان ہے جس نے امام عالی مقام امام حسینؓ کے سر انور کو جسم اقدس سے جدا کیا تھا۔ مختار نے اپنے کوتوال ابو عمرہ کو چند سپاہیوں کے ساتھ اس کی گرفتاری کیلئے بھیجا۔ ان لوگوں نے آ کر خولی کے گھر کو گھیر لیا۔ جب اس بد بخت کو معلوم ہوا تو وہ ایک کوٹھری میں چھپ گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم لاعلمی ظاہر کر دینا کوتوال نے اس کے گھر کی تلاشی کا حکم دیا۔ اس کی بیوی باہر نکل آئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ تمہارا شوہر کہاں ہے؟ چونکہ جس وقت سے خولی حضرت

۱۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

امام حسینؓ کا سر لایا تھا وہ اس کی دشمن ہو گئی تھی اس لئے اس نے زبان سے تو کہا مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے مگر ہاتھ کے اشارہ سے اس کے چھپنے کی جگہ بتا دی۔ سپاہی اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ سر پر ایک ٹوکرا رکھے ہوئے زمین سے چپکا ہوا ہے۔ اس کو گرفتار کر کے لا رہے تھے کہ مختار کوفہ کی سیر کیلئے نکلا تھا راستہ میں مل گیا اس کے حکم سے خولی کے گھر والوں کو بلا کر ان کے سامنے شاہراہ عام پر قتل کیا گیا پھر اسے جلایا گیا اور جب تک اس کی لاش جل کر راکھ نہیں ہو گئی مختار کھڑا رہا۔ [۱]

شمر ذوالجوشن قتل کے بعد کتوں کے حوالے کیا گیا:

مسلم بن عبداللہ ضیابی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسینؓ کے مقابلے میں کربلا جانے والوں کو پکڑ پکڑ کر مختار قتل کرنے لگا تو ہم اور شمر ذی الجوشن تیز رفتار گھوڑوں پر بیٹھ کر کوفہ سے بھاگ نکلے۔ مختار

۱۔(تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

کے غلام دربی نے ہمارا پیچھا کیا۔ہم نے اپنے گھوڑوں کو بہت تیزی سے دوڑایا لیکن ذربی ہمارے قریب آ گیا۔شمر نے ہم سے کہا تم گھوڑے کو ایڑ دے کر ہم سے دور ہو جاؤ شاید یہ غلام میری تاک میں آ رہا ہے۔ہم اپنے گھوڑے کو خوب تیزی سے بھگا کر شمر سے الگ ہو گئے۔غلام نے پہنچتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔پہلے تو شمر اس کے وار سے بچنے کیلئے گھوڑے کو کاوا دیتا رہا اور جب ذربی اپنے ساتھیوں سے دور ہو گیا تو شمر نے ایک ہی وار میں اس کی کمر توڑ دی۔جب مختار کے سامنے ذربی لایا گیا اور اس کو واقعہ معلوم ہوا تو اس نے کہا اگر یہ مجھ سے مشورہ کرتا تو میں کبھی اسے شمر پر حملہ کرنے کا حکم نہ دیتا۔

ذربی کو قتل کرنے کے بعد شمر کلتانیہ گاؤں میں پہنچا جو دریا کے کنارے واقعہ تھا۔اس نے گاؤں کے ایک کسان کو بلا کر مارا پیٹا اور اسے مجبور کیا کہ میرا یہ خط مصعب بن زبیر کے پاس پہنچاو۔اس

خط پر یہ پتہ لکھا تھا۔ شمر ذی الجوشن کی طرف سے امیر مصعب بن زبیر کے نام کسان اس کے خط کو لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بڑا گاؤں آباد تھا جہاں کوتوال ابوعمرہ چند سپاہیوں کے ہمراہ جنگی چوکی قائم کرنے کیلئے آیا تھا۔ یہ کسان اس گاؤں کے ایک کسان سے مل کر شمر نے جو اس کے ساتھ زیادتی کی تھی اس کو بیان کر رہا تھا کہ ایک سپاہی ان کے پاس سے گزرا اس نے شمر کے خط اور اس کے پتہ کو دیکھا پوچھا کہ شمر کہاں ہے؟ اس نے بتا دیا۔ معلوم ہوا کہ پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ابوعمرہ فوراً اپنے سپاہیوں کو لئے ہوئے شمر کی طرف چل پڑا۔

مسلم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ رات میں شمر کے ہمراہ تھا میں نے اس سے کہا بہتر ہے کہ ہم لوگ اس جگہ سے روانہ ہو جائیں اسلئے کہ ہمیں یہاں ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا میں تین دن سے پہلے یہاں سے نہیں جاؤں گا اور تمہیں خوف غالباً مختار کذاب کی وجہ سے

ہے تم اس سے مرعوب ہو گئے ہو ہم جہاں ٹھہرے تھے وہاں ریچھ بہت زیادہ تھے ابھی زیادہ رات نہیں گذری تھی اور مجھے برابر نیند نہیں آئی تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی میں نے اپنے دل میں کہا ریچھ ہوں گے مگر جب آواز تیز ہو گئی تو میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اپنی آنکھوں کو ملنے لگا اور کہا یہ ریچھوں کی آواز ہر گز نہیں ہو سکتی۔ اتنے میں انہوں نے پہنچ کر تکبیر کہی اور ہماری جھونپڑیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ ہم اپنے گھوڑے چھوڑ کر پیدل ہی بھاگے وہ لوگ شمر پر ٹوٹ پڑے۔ جو پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور اس کے برص کی سفیدی چادر کے اوپر سے نظر آ رہی تھی وہ کپڑے اور زرہ وغیرہ بھی نہیں پہن سکا اسی چادر کو اوڑھے ہوئے نیزے سے ان کا مقابلہ کرنے لگا۔ ابھی ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ تکبیر کی آواز کے بعد ہم نے سنا کہ اللہ نے خبیث کا خاتمہ کر دیا۔ پھر ان لوگوں نے اس

کے سر کو کاٹ کر لاش کو کتوں کیلئے پھینک دیا۔ [1]

ہاتھ پاؤں کاٹ کر تڑپنے کیلئے چھوڑ دیا گیا:

عبداللہ بن دباس جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا اس نے امام عالی مقام کے قاتلین میں سے مختارؔ کو چند آدمیوں کے نام بتا دیئے جن میں عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن نُسیر بدّی اور حمل بن مالک محاربی بھی تھے یہ سب اس زمانہ میں قادسیہ میں رہتے تھے۔ مختارؔ نے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار مالک بن عمرہ نہدی کو ان کی گرفتاری کیلئے چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا اس نے جا کر ان سب کو گرفتار کرلیا اور عشاء کے وقت لے کر مختارؔ کے پاس پہنچا۔ مختارؔ نے ان لوگوں سے کہا اے اللہ و رسول اور آل رسول کے دشمنو! حسین بن علیؓ کہاں ہیں؟ مجھے حسین کی زیارت کراؤ ظالمو! تم نے اس مقدس ذات کو قتل کیا جن پر نماز میں تمہیں درود بھیجنے کا حکم دیا گیا

۱۔(تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

ہے۔ انہوں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے ہمیں ان کے مقابلے میں زبردستی بھیجا گیا تھا ہم جانے کیلئے راضی نہیں تھے۔ آپ ہم پر احسان کریں اور چھوڑ دیں۔ مختاؔر نے کہا تم نے نواسۂ رسول پر احسان نہیں کیا۔ ان پر تمہیں رحم نہیں آیا۔ تم نے انہیں اور ان کے بچوں کو پیاسا رکھا پانی نہیں پینے دیا اور آج ہم سے احسان طلب کرتے ہو۔ پھر بدّی سے کہا تم نے حضرت امام حسین کی ٹوپی اتاری تھی؟ عبداللہ بن کامل نے کہا جی ہاں یہی وہ شخص ہے جس نے ان کی ٹوپی اتاری تھی۔ مختاؔر نے حکم دیا دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو چھوڑ دیا جائے تاکہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر یہ مرجائے چنانچہ اس کے حکم پر عمل کیا گیا۔ بدّی کے ہاتھوں اور پیروں سے خون کا دھارا بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ اس کے بعد جہنی اور محاربی کو قتل کردیا۔ [1]

۱۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

حکیم برہنہ کر کے تیروں کا نشانہ بنایا گیا:

حکیم بن طفیل طائی وہ بدنصیب انسان ہے کہ جس نے کربلا میں حضرت عباس علمدارؑ کے لباس واسلحہ پر قبضہ کیا تھا اور امام حسینؑ کو تیر مارا تھا مختارؒ نے عبداللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کیلئے چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا وہ پکڑ کر اسے مختارؒ کی طرف چلا۔ حکیم کے گھر والے عدی بن حاتم کے پاس فریادی ہوئے کہ آپ مختارؒ سے سفارش کر کے اس کو چھڑا دیں۔ مختارؒ عدی کی بہت قدر کیا کرتا تھا وہ سفارش کیلئے مختارؒ کے پاس پہنچ گئے وہ عدی کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور انہیں اپنے پاس بٹھایا۔ عدی نے اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ مختارؒ نے کہا اے ابوظریف! کیا آپ قاتلین حسینؑ کیلئے بھی سفارش کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا حکیم پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔ مختارؒ نے کہا اچھا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔

سپاہیوں کو راستہ میں معلوم ہوا کہ عدی مختارؒ کے پاس حکیم کی سفارش

کیلئے گئے ہیں انہوں نے اپنے سردار ابن کامل سے کہا کہ مختارؔ عدی کی سفارش قبول کرلیں گے اور یہ خبیث بچ جائے گا حالانکہ آپ اس کے جرم سے بخوبی واقف ہیں۔ لہٰذا بہتر ہے کہ ہم ہی اس کو قتل کردیں۔ ابن کامل نے انہیں اجازت دیدی۔ وہ لوگ حکیم کو ایک گھر میں لے گئے اس کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں اسے ایک جگہ کھڑا کیا اور کہا تو نے حضرت عباس بن علیؓ کے کپڑے اتارے تھے ہم تیری زندگی ہی میں تیرے سارے لباس اتارتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے بالکل ننگا کردیا۔ پھر کہا تو نے حسین کو تیر مارا تھا ہم بھی تجھے تیروں کا نشانہ بناتے ہیں یہ کہہ کر انہوں نے تیروں سے مار مار کر اس کو ہلاک کردیا۔ ابن کامل نے آکر مختارؔ کو حکیم کے قتل کی اطلاع دی۔ مختارؔ نے کہا میرے پاس لائے بغیر تم نے اسے کیوں قتل کردیا؟ دیکھو یہ عدی اس کی سفارش کیلئے آئے ہیں۔ اور یہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان کی سفارش قبول کی جائے۔ ابن کامل نے کہا

آپ کے سپاہی میری بات نہیں مانے تو میں مجبور ہو گیا۔ عدی نے کہا اے دشمن خدا! تو جھوٹ بولتا ہے تو نے جانا کہ مختارؔ میری سفارش قبول کر لیں گے اس لئے تو نے اسے راستہ ہی میں قتل کر دیا اس کے علاوہ اور تجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ابن کامل بھی عدی کو جواب میں برا بھلا کہنا چاہتا تھا مگر مختارؔ نے انگلی اپنے منہ پر رکھ کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ عدی مختارؔ سے خوش اور ابن کامل سے ناراض ہو کر چلے آئے۔ (۱)

نیزوں سے چھید چھید کر مارا گیا:

بنی صدا کا ایک بدبخت جس کا نام عمرو بن صُبیح تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے امام حسینؓ کے ساتھیوں کو تیر سے زخمی کیا ہے مگر کسی کو قتل نہیں کیا ہے سب لوگوں کے سو جانے کے بعد مختارؔ نے اس کی گرفتاری کیلئے سپاہیوں کو روانہ کیا۔ جب وہ ابن صُبیح کے مکان پر پہنچے تو وہ اپنے

۱۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

چھت پر بے خبر سو رہا تھا اور اس کی تلوار اس کے سرہانے رکھی تھی سپاہیوں نے اسے گرفتار کرلیا اور اس کی تلوار پر قبضہ کرلیا وہ کہنے لگا اللہ اس تلوار کا برا کرے یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی اور اب کتنی دور ہوگئی۔ سپاہیوں نے رات ہی میں اسے مختارؔ کے سامنے پیش کیا ۔مختارؔ نے حکم دیا کہ صبح تک اسے قید میں رکھو پھر صبح کو دربار عام مختارؔ کے سامنے پیش کیا جب بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور ابن صبیح اس کے سامنے لایا گیا تو نہایت دلیری سے بھرے دربار میں کہنے لگا اے گروہ کفار و فجار! اگر اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں اگر میں تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے قتل کیا جاتا تو یہ بات میرے لئے باعث مسرت ہوتی اس لئے کہ میں تم کو بدترین مخلوق سمجھتا ہوں۔ اے کاش! اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں تھوڑی دیر تمہارا مقابلہ کرتا۔ اس کے بعد ابن صبیح نے ابن کامل کی آنکھ پر ایک گھونسا

مارا۔ ابن کامل ہنسا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اہل بیت رسالت کو تیروں سے زخمی کیا ہے۔ تو اب اس کے بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ مختار نے کہا نیزے لاؤ اور اسے نیزوں سے چھید چھید کر مارو۔ چنانچہ نیزوں سے مار مار کر اسے ہلاک کیا گیا۔ ①

قاتل کو زندہ جلا دیا:

بنی جنب کا ایک شخص جس کا نام زید بن رقاد تھا اس بد بخت نے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ کو تیر مارا تھا جوان کی پیشانی میں لگا تھا۔ انہوں نے پیشانی کو بچانے کیلئے اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا مگر تیر ایسا لگا کہ ہاتھ بھی پیشانی کے ساتھ پیوست ہو گیا اور جب کوشش کے باوجود ان کا ہاتھ پیشانی سے جدا نہیں ہو سکا تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی یا الٰہ العالمین! ہمارے دشمنوں نے جیسے ہمیں ذلیل

ا۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

کیا ہے تو بھی ان کو ایسے ہی ذلیل کر اور جس طرح انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے تو بھی ان کو قتل کر۔ پھر زید بن رقاد نے ان کے پیٹ میں ایک تیر ماری جس سے وہ شہید ہو گئے۔ ابن رقاد کہا کرتا تھا کہ ان کے پیٹ کا تیر تو میں نے آسانی سے نکال لیا مگر جو تیر پیشانی پر لگا کوشش کے باوجود وہ نہیں نکل سکا۔

مختار نے عبداللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کیلئے روانہ کیا۔ ابن کامل سپاہیوں کے ساتھ پہنچ کر اس پر ٹوٹ پڑا وہ بھی ایک بڑا بہادر آدمی تھا تلوار لے کر ان کا مقابلہ کیا۔ ابن کامل نے اپنے سپاہیوں سے کہا اسے نیزہ اور تلوار سے ہلاک نہ کرو بلکہ تیر اور پتھر سے مارو۔ سپاہیوں نے اس قدر تیر اور پتھر مارا کہ وہ گر گیا۔ ابن کامل نے کہا دیکھو اگر جان باقی ہو تو اسے باہر لاؤ۔ چونکہ ابھی جان باقی تھی تو اسے باہر نکالا گیا۔ ابن کامل نے آگ منگا کر اسے زندہ جلا

دیا۔[۱]

ابن زیاد بدنہاد کا عبرتناک انجام:

عبیداللہ بن زیاد وہ بدنہاد انسان ہے جو یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ اسی بدبخت کے حکم سے حضرت امام حسینؓ اور آپ کے اہل بیت کو تمام ایذائیں پہنچائی گئیں یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختارؔ نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کیلئے ایک فوج کو لے کر بھیجا۔ موصل سے تقریباً پچیس کلو میٹر کے فاصلے پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوف ناک جنگ رہی جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آگئی۔ ابن زیاد کو شکست ہوئی اور اس کے ہمراہی بھاگے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج مخالف میں سے جو ہاتھ

۱۔ (تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ، ابن عساکر)

آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے چنانچہ بہت سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ 67ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوایا۔مختار نے دار الامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرور حکومت و بندۂ دنیا نے حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک رکھا تھا مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا اے اہل کوفہ! دیکھ لو کہ امام حسین علیہ السلام کے خون ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا۔آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے۔ چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے وہی جگہ ہے۔خداوند عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا۔اسی کوفہ اور اسی دار الامارت میں اس بے دین کے

قتل وہلاک پر جشن منایا جارہا ہے۔ (۱)

روایات میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لاکر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے وہ تمام سروں میں پھرا جب عبیداللہ بن زیاد کے سر کے پاس پہنچا تو اس کے نتھے میں گُھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔ (۲)

مختار کا دعویٔ نبوت: مختار نے حضرت امام حسینؓ کے قاتلین کے بارے میں بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا لیکن آخر میں وہ دعویٔ نبوت کر کے مرتد ہو گیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) کہنے لگا کہ میرے پاس جبریل امین آتا ہے اور مجھ پر خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی لاتا ہے میں بطور نبی مبعوث ہوا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ

۱۔(سوانح کربلا)

۲۔(نورالابصار)

عنہ کو جب اس کے دعویٔ نبوت کی خبر ملی تو آپ نے اس کی سرکوبی کیلئے لشکر روانہ فرمایا جو مختار پر غالب ہوا اور ماہ رمضان 67ھ میں اس بدبخت کو قتل کیا۔ [۱]

قاتلین امام حسین پر طرح طرح کے عذاب:

جو لوگ حضرت امام حسینؓ کے مقابلے میں کربلا گئے اور ان کے قتل میں شریک ہوئے ان میں سے تقریباً چھ ہزار کوفی تو مختار کے ہاتھوں ہلاک ہوئے اور دوسرے لوگ طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی نہیں بچا کہ جس نے آخرت کے عذاب سے پہلے اس دنیا میں سزا نہ پائی ہو ان میں سے کچھ تو بُری طرح قتل کئے گئے کچھ اندھے اور کوڑھے ہوئے اور کچھ لوگ سخت قسم کی آفتوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

حضرت ابوالشیخ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے

۱۔(تاریخ الخلفاء)

آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جس نے بھی کسی طرح کی کوئی مدد کی وہ مرنے سے پہلے کسی نہ کسی عذاب میں ضرور مبتلا ہوا۔ایک بڑھا جو اسی مجلس میں تھا اس نے کہا میں نے بھی مدد کی تھی مگر میں کسی عذاب میں نہیں مبتلا ہوا ۔اتنا کہنے کے بعد وہ چراغ درست کرنے کیلیئے کھڑا ہوا تو اس کی آگ نے بڑھے کو پکڑ لیا اس کا پورا بدن جلنے لگا وہ آگ آگ چلاتا رہا یہاں تک کہ دریائے فرات میں کود پڑا مگر آگ بجھی نہیں اور وہ اسی میں جل کر ہلاک ہو گیا۔اسی قسم کا ایک واقعہ امام سدی سے بھی منقول ہے۔انہوں نے فرمایا خدا کی قسم میں نے اس کو دیکھا وہ اس طرح جل رہا تھا جیسے کوئلہ۔ [١]

اور امام واقدی سے روایت ہے کہ ایک شخص جو لشکر یزید کے ساتھ تھا مگر اس نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا واقعۂ کربلا کے بعد وہ اندھا ہو گیا

١۔(صواعق محرقہ)

۔اس سے اس کا سبب دریافت کیا گیا۔اس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ آستین مبارک چڑھائے ہوئے اور ہاتھ میں ننگی تلوار لئے ہوئے کھڑے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ایک چمڑا بچھا ہوا ہے وہاں دس قاتلین حسین ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں جب آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو بہت لعنت ملامت کی اور خون میں ڈبو کر ایک سلائی میری آنکھوں میں پھیر دی اسی وقت سے میں اندھا ہو گیا۔ [۱]

اور حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یزید کے لشکر کا وہ سپاہی کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بہت زیادہ کالا کیسے ہو گیا؟اس نے کہا جس روز میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو اپنے

۱۔(صواعق محرقہ)

گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اسی روز سے ہر رات کو دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور مجھے پکڑ کر ایسی جگہ پر لے جاتے ہیں جہاں بہت سی آگ ہوتی ہے مجھے منہ کے بل اُس آگ میں ڈال کر نکالتے ہیں ۔اس وجہ سے میرا منہ اتنا زیادہ کالا ہو گیا ہے۔راوی کا بیان ہے کہ وہ شخص بہت بُری موت مرا۔ [۱]

روایات میں ہے وہ بد بخت جس نے حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کے حلق میں تیر مارا تھا وہ اس مصیبت میں گرفتار ہوا کہ اس کے پیٹ کی طرف ایسی سخت گرمی پیدا ہوئی کہ گویا آگ لگی ہے اور پیٹھ کی طرف ایسی سردی کہ خدا کی پناہ ۔اس حالت میں اس کے پیٹ پر پانی چھڑکتے ،برف رکھتے اور پنکھا جلتے مگر ٹھنڈک پیدا نہ ہوتی اور پیٹھ کی طرف آگ جلا کر گرمی پہنچانے کی کوشش کرتے مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا اور وہ پیاس پیاس چلاتا تو اس کیلئے ستو اور دودھ لایا جاتا

۱۔(صواعق محرقہ)

لیکن پانچ گھڑا بھی اس کو پلایا جاتا تو وہ پی لیتا اور پھر بھی پیاس پیاس چلاتا رہتا یہاں تک کہ اسی طرح پیتے پیتے اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ (۱)

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

ا۔(صواعق محرقہ)